جماعت احمدیہ کے خلیفہ چہارم کے انتخاب کا پس منظر

﴿صرف احمدی اصحاب کے لئے﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا اس کتابچہ کو لکھنے کا ارادہ ماہِ اگست ۱۹۸۸ء میں تھا لیکن جب میں نے ان واقعات کو ترتیب دی جنکی تفصیل میں نے ۸ جون سے ۱۶ جون ۱۹۸۲ء تک لکھ کر محفوظ کی ہوئی تھی تو اُسوقت یوں محسوس ہوا کہ اسکی اشاعت سے جماعت احمدیہ کو فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان پہنچنے کا زیادہ امکان ہے۔ سو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرے علم میں آیا کہ تاریخ احمدیت کا ایک باب اتنا غلط لکھا جا رہا ہے کہ جسکا سچائی سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جو آئندہ نسلوں کے لئے گمراہ کن ہے۔

کچھ لوگوں کو میں نے کہتے سنا کہ نعوذ باللہ مرزا رفیع احمد پاگل ہوگیا ہے۔ مرزا رفیع احمد خلافت کے انتخاب کی کاروائی سے قبل ہی اپنی خلافت کا اعلان کرنا چاہتا تھا۔ عطاء اللہ ضیاء کی بیعت اس لئے منظور نہیں ہوئی کہ اس نے اشتہار چھپوا کر بانٹے تھے۔ اور خلافت کے خلاف پروپیگنڈا کیا تھا۔

عطاء اللہ ضیاء روس کا ایجنٹ ہے اور وہ جماعتِ احمدیہ کو حکومت روس کے تسلط میں لانا چاہتا تھا۔

مرزا رفیع احمد تو معصوم اور بھولا بھالا ہے۔ عطاء اللہ ضیاء نے اسے ورغلا کر خراب کیا ہے۔ اسے اکسایا ہے۔ اور انتخاب کے دوران خلیفہ بنانا چاہا۔

عطاء اللہ ضیاء نے مرزا رفیع احمد کو اسکا ایک مکار اور خودغرض دوست بنکر اتنا نقصان پہنچایا جتنا اسکے دشمن بھی اسے نہیں پہنچا سکتے تھے۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جو کہی گئیں اور کہی جا رہی ہیں۔ لیکن وہ اتنی گندی اور لغو ہیں کہ میرے نزدیک انکا اس کتابچہ میں ذکر اسکی افادیت کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جائیگا۔

مورخہ ۸ جون اور ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کے درمیان مرزا رفیع احمد صاحب نے کئی بار بولنے کی کوشش کی۔ اور کم از کم چار دفعہ وہ کچھ بولنے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن ہر دفعہ ان پر غلبہ پا لیا گیا۔ لہذا یہ کہنا کہ وہ اپنی خلافت کا اعلان کرنا چاہتا تھے۔ یہ ایک سراسر جھوٹ اور بہتان ہے۔ جو شخص کچھ کہہ ہی نہ سکا ہو اسکے متعلق کچھ کہنا محض ایک قیاس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور اس شخص پر اتنا بڑا بہتان لگا دینا کہاں تک انصاف ہے اسکا فیصلہ تو تاریخ ہی کریگی۔

کچھ الفاظ جو میں نے انکو کہتے ہوئے سنا۔ وہ صرف طریقہء انتخاب خلافت سے تعلق رکھتے تھے۔ کسی بھی خاص شخص کے خلیفہ نامزد ہونے یا منتخب ہونے سے انکا کوئی تعلق نہیں تھا اور اگر یہ کوئی جرم تھا یا گناہ تھا تو پھر مولوی عبدالمالک اور مولوی دوست محمد صاحب لاؤڈ اسپیکر پر اپنا مکمل قبضہ کر کے ۱۰ بجے مورخہ ۸ جون سے لیکر ۱۰ بجے مورخہ ۹ جون ۱۹۸۲ء تک باری۔ باری یہی کہتے جا رہے تھے کہ۔

انجمن نے فیصلہ کردیا ہے کہ خلافتِ ....کا انتخاب وہی مجلس کریگی جس نے خلافتِ ثالثہ کا انتخاب کیا تھا۔خلیفہ کے فوت ہوجانے کے بعد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وارث انجمن بن جاتی ہے۔اور اس وقت تک وارث رہتی ہے جب تک کہ اگلے خلیفہ کا اعلان انجمن نہیں کردیتی۔اور جب اسکا اعلان ہوجاتا ہے تو وراثت اسکے حوالے کردی جاتی ہے۔

انجمن کا فیصلہ اٹل اور آخری ہوتا ہے۔اور میں (مولوی عبدالمالک) جماعت کو تلقین کرتا ہوں کہ وہ انتخاب کا انتظار کرے۔اور جب انجمن یہ اعلان کردیگی کہ جماعتِ احمدیہ کا چوتھا خلیفہ کون ہے تو پھر آپ سب کو اسکی ہی بیعت کرنی ہوگی۔اور اس اعلان کا حق صرف اور صرف انجمن کو ہی ہے۔اور میں (مولوی دوست محمد) بھی جماعت کو یہی تلقین کرتا ہوں کہ آپ سب انجمن کے اعلان کا انتظار کریں۔

اور یہ باتیں یہ دونوں مولوی صاحبان کچھ ایسے انداز میں کہتے جا رہے تھے جیسے شائد جماعتِ احمدیہ کا چوتھا خلیفہ انہوں نے ہی نامزد کرنا ہے۔

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر میں یہ گواہی نہ دوں تو میں اپنی جماعت کے ساتھ نا انصافی ہی نہیں غداری بھی کرونگا۔اس لئے بھی کہ انتخاب خلافت سے قبل اگر کسی شخص کے خلیفہ منتخب ہونے کے امکان پر کسی بھی مجلس میں کسی بھی کسی قسم کا کوئی تبصرہ کیا تو وہ مرزا طاہر احمد صاحب تھے نہ کہ مرزا رفیع احمد صاحب۔

(الفضل مورخہ ۲۰ جون ۱۹۸۲ء صفحہ ۸)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خطبہء جمعہ میں فرماتے ہیں۔کہ میری ذاتی کمزوریوں سے میرے خاندان والے سب سے بڑھ کر آگاہ تھے۔انکے ذاتی فیصلے میرے بارے میں یقیناً مختلف ہونگے لیکن جب خلافت کا سوال آیا تو سارے خاندان نے صرف یہ فیصلہ کیا کہ قطع نظر اسکے کہ کون خلیفہ منتخب ہوتا ہے۔ہم سب اسکی کامل اطاعت کرینگے ....،،

دوسری طرف مرزا رفیع احمد صاحب تو خاندان کے اندر یا باہر کسی بھی ایسی مجلس میں کبھی بھی شامل نہیں ہوئے جس میں کسی بھی شخص کے خلیفہ منتخب ہونے کے امکان کو زیرِ بحث لایا گیا ہو۔کسی قسم کا یا کوئی بھی فیصلہ کرنا تو بعد کی بات ہے۔جس میٹنگ کا ذکر مرزا طاہر احمد صاحب نے کیا۔اور جس میں کامل اطاعت کا فیصلہ کیا گیا وہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی بیماری کے دوران میری اطلاع کے مطابق اندرون خاندان منعقد ہوئی۔

آنے والا تاریخ دان یہ ضرور جاننے کی کوشش کریگا کہ آخر جماعتِ احمدیہ کے چوتھے سربراہ کے انتخاب کے دوران ان تین ایام میں کیا ہوا۔اور یہ جاننے کے لئے سچ کیا ہے۔انکو میری گواہی کی ضرورت پڑیگی۔جو میں دے رہا ہوں۔اسے اس گواہی کی اس لئے بھی ضرورت ہوگی کہ ان تین ایام میں جو واحد شخص مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ ساتھ انکے گھر کے اندر اور باہر انکو دیکھتا اور سنتا رہا۔وہ انکے بڑے صاحبزادے کے علاوہ میں ہی تھا۔سوائے ان لمحات کے جو انہوں نے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ یا پھر اپنی عبادت میں گزارے۔

اصولاً تو یہ گواہی مرزا رفیع احمد صاحب کو دینی چاہیئے تھی۔

بہر حال وہ ہر بات مجھ سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔اور کچھ ایسی باتیں بھی جو میں بالکل نہیں جانتا۔

چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کتاب میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور

کانوں سے سنا اور سب میرے ساتھ پیش آئے ہوئے واقعات ہیں۔میری اس کتاب سے میرے چند نہایت ہی پیارے دوستوں کی دل آزاری ہوگی۔جسکی میں معذرت چاہتا ہوں اور اپنے خداوند تعالیٰ کے حضور بھی معافی کا خواستگار ہوں۔

اس سے قبل کہ میں جماعت احمدیہ کے مستقبل کے تاریخ دانوں کی عدالت میں اپنی گواہی پیش کروں میں اللہ تعالیٰ۔جو خالق ہے۔اور قابض ہے انسانوں کی جان ومال کا۔جو قہار ہے اور جبار ہے۔میں اسکی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسکے بعد میں جو کچھ لکھونگا وہ سچ ہوگا اور سچ کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔

میں وہی لکھونگا جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔

عطاءاللہ ضیاء

آج بدھ کا دن ہے۔ اور تاریخ مورخہ ۸ جون ۱۹۸۲ء ہے میں اپنے گھر واقع لاہور میں سویا ہوا ہوں صبح سویرے میرے بیٹے بدر ضیاء نے مجھے اٹھایا اور کہا کہ امی جان نے کراچی سے ٹیلیفون کیا ہے اور کہا ہے کہ آپکو بتا دوں کہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ ثالث فوت ہو گئے ہیں۔

میں ۲۸ مئی ۱۹۸۲ء سے کراچی سے اپنے کاروبار کے سلسلہ میں نکلا ہوا تھا۔ اور مورخہ ۸ جون ۱۹۸۲ء کی صبح ۱۱ بجے پی۔آئی۔اے کی پرواز کے ذریعہ کراچی کے لئے کنفرم تھا اور میری بیوی میرا انتظار کراچی میں کر رہی تھی۔

نہ جانے کیوں مجھے اس خبر سے کوئی حیرانگی نہیں ہوئی جسکی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

الف۔ مولوی عبدالمالک صاحب کی حضرت مرزا ناصر صاحب کی دوسری شادی کے متعلق بیان کردہ خوابیں اور بشارتیں۔

ب۔ انکے عارضہء دل کے معالج کا امریکہ سے بلانے پر اخراجات کی خطیر رقم کے اندیشے پر صدر انجمن احمدیہ کی گھبراہٹ کی افواہیں۔

ج۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا ان کے پاس اسلام آباد میں موجود ہونا اور اندرون خانہ آئیندہ خلافت پر گفتو شنید کی خبریں۔

د۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے عارضہء دل کے دوران انکی چہل قدمی اور جماعت احمدیہ کے اہم کاموں میں انکی شمولیت۔ اور جب میں نے یہ خبر الفضل اخبار کے ضمیمہ میں پڑی تو میں حیران رہ گیا۔

لہذا مجھے انکی وفات کی اطلاع ملنے پر یوں محسوس ہوا جیسے میں اس خبر کا پہلے ہی منتظر تھا۔ اور میں دوبارہ سو گیا۔ پھر نیم غنودگی کی حالت میں مجھے مرزا رفیع احمد صاحب کا خیال آیا کہ شائد انہوں نے اسلام آباد جانا ہو اور انکے پاس ان دنوں کوئی اچھی گاڑی نہیں تھی۔ مرزا رفیع احمد صاحب میرے نہایت ہی گہرے اور مہربان دوست تھے۔ وہ کراچی آکر میرے غریب خانہ پر قیام کیا کرتے تھے۔ آج تک انکی شفقت اور دوستی میرے دل میں پیوست ہے۔ انکے ساتھ گزرے ہوئے ایام اکثر یاد آتے رہتے ہیں۔ میں تو ایسی دوستی کو جانتا ہوں جسکا سبق حضرت بانی جماعت احمدیہ نے دیا تھا۔

میں یکدم چارپائی سے اٹھا۔ نہایا۔ چائے پی۔ اپنی پی۔ائی۔اے کی ٹکٹ اپنے بیٹے کو دی کہ وہ اسے منسوخ کروادے اور تاکید کی کہ جب اسکی امی لاہور پہنچے تو وہ اسے لیکر ربوہ آجائے اور خود ۵ بجے صبح روانہ ہو گیا۔

راستہ میں ۱۵ منٹ کے لئے خانقاہ ڈوگراں رک کر جلدی جلدی کچھ پھل خریدا اور ۶ بجکر ۵۰ منٹ پر ربوہ پہنچ گیا سرگودھا روڈ پر گول بازار جانے والی سڑک کے موڑ پر کوئی ۱۵ کے لگ بھگ نوجوان (احمدی خدام) کھڑے تھے اور جو ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ربوہ سے کوئی بھی شخص اسلام آباد نہیں جا رہا۔ اور اسلام آباد والے آج کسی وقت ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ میں سیدھا اپنے چچا جان چوہدری عبدالواحد صاحب جو صدر انجمن احمدیہ میں نائب ناظر اصلاح وارشاد کی حیثیت سے کام کر رہے تھے کے گھر چلا گیا۔

گھر میں تمام کام معمول کے مطابق ہو رہے تھے۔ اور چچا جان دفتر اپنی ڈیوٹی پر جا رہے تھے۔

میں بھی انکے گھر سے صدر انجمن احمدیہ کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں میں سید احمد علی شاہ صاحب سے انکے ڈیرہ

غازی خان والے مقدمہ کے متعلق بات کرنی چاہتا تھا۔اور اس مقدمہ کے متعلق ایک خط بھی میرے پاس تھا جو میں انکے حوالے کرنا چاہتا تھا۔

جب میں انجمن کی عمارت کے دروازہ پر پہنچا تو عمارت کے اردگرد خدام کا سخت پہرہ تھا۔میں نے ان خدام سے سید احمد علی شاہ صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔مجھے بتایا گیا کہ ناظر امور عامہ کے حکم کے مطابق کسی کو بھی انکی اجازت کے بغیر دفتر (عمارت) کے اندر آنے کی اجازت نہیں۔چونکہ دفتر کے اندر آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے متعلق کوئی خاص میٹنگ ہورہی ہے۔اس لئے ناظر امور عامہ صاحب سے میرے لئے اجازت حاصل نہیں کی جاسکتی۔

میرے دریافت کرنے پر ڈیوٹی پر موجود خدام نے بتایا کہ انکا تعلق فیصل آباد سے ہے۔چنانچہ میں سیدھا مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر چلا گیا۔

وقت ۷ بجکر ۳۰ منٹ کے قریب تھا۔

انکے صاحبزادے مرزا طیب احمد صاحب صحن میں کھڑے تھے۔انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی انہوں نے کراچی ٹیلیفون کیا ہے اور وہاں سے جواب ملا ہے کہ آپ لاہور میں ہیں اور ربوہ کے لئے چل چکے ہیں۔میں آپکے انتظار میں ہی تھا۔جب میرے آنے کی اطلاع کی گئی تو مرزا رفیع احمد صاحب باہر تشریف لے آئے اور مجھے غیر معمولی طور پر پریشان نظر آئے۔میں نے کہا۔سنا ہے میرا انتظار ہورہا تھا۔کیا آپ نے کہیں جانا ہے۔یا کوئی اور کام ہے۔اور پھر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔

مرزا رفیع احمد صاحب نے فرمایا۔کہ مرزا رفیق احمد اور مرزا حفیظ احمد صاحب آئے تھے۔انہوں نے کہا ہے کہ انکی اطلاع کے مطابق چوتھے خلیفہ کا انتخاب اس مجلس نے ہی کرنا ہے جو حضرت خلیفہ ثانی نے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لیئے نامزد کی تھی۔اور چونکہ اسطرح کا انتخاب غیر آئینی ہے لہذا غیر شرعی ہوگا۔ہم دونوں بھائیوں کا مشورہ ہے کہ صبح کی نماز کے وقت مرزا رفیق احمد صاحب اُٹھکر لوگوں کو کہینگے کہ اس انتخاب کے متعلق چونکہ کوئی واضح ہدایت (حضرت) خلیفہ الثالث چھوڑ کر نہیں گئے اس لئے میں (مرزا رفیق احمد) برادرم مرزا رفیع احمد صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ انتخاب خلافت کے متعلق شریعت اور جمہور (احمدیوں) کے نقطۂ نظر سے احباب کو خلافت کے بارے میں انکی ذمہ داریوں کے متعلق انکی توجہ دلائیں۔لیکن جونہی نماز ختم ہوئی نہ تو مرزا رفیق احمد صاحب اٹھ کر کھڑے ہوئے نہ مرزا حفیظ احمد صاحب

اس لئے میں پریشان ہوں۔اور اس پریشانی کی وجہ سے میں آپکا شدت سے منتظر تھا۔پھر مجھ سے سوال کیا؟

''کیا اس میں کوئی چال تو نہیں؟''

میں مرزا رفیع احمد صاحب کو گھر چھوڑ کر سیدھا مرزا رفیق احمد صاحب کے گھر گیا اور ان سے اس واقعہ کی وضاحت چاہی۔ مرزا رفیق احمد صاحب مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئے اور ڈرائینگ روم میں بٹھا دیا۔مشروب پیش کرنے کے بعد کہا کہ یہ سب بات درست ہے۔

ہاں میں نے بھائی رفیع سے کہا تھا کہ میں بعد نماز فجر آپ سے درخواست کرونگا کہ آپ احباب جماعت کو انتخاب خلافت کے متعلق انکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائیں۔میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ رائے کیونکر قائم کی کہ جماعت کو انتخاب خلافت کے متعلق انکی ذمہ داریوں کا احساس دلانا ضروری ہوگیا ہے۔

مرزا رفیق احمد صاحب نے فرمایا۔: ضیاء صاحب جب ابا جان (حضرت خلیفہ الثانی) فوت ہوئے تھے۔لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔لیکن آج میں نے کسی کے چہرے پر افسردگی کا نقش بھی نہیں دیکھا۔اب احمدیوں پر کسی بھی خلیفہ کے انتخاب کی دھاندلی ٹھونسی تو جا سکتی ہے لیکن زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔انجمن یہ کوشش کر رہی ہے کہ خلیفہ کا انتخاب وہ کرے۔یعنی ایک ایسی مجلسِ انتخاب خلیفہ کا انتخاب کرے۔جسکے نوے فیصد اراکین انجمن کے تنخواہ دار یا فتہ لوگ ہیں۔اور اگر با قائدہ تنخواہ نہیں لیتے تو کم از کم انجمن کے پیسے پر پل رہے ہیں۔اسطرح کا نامزد خلیفہ ہمیشہ انجمن کا مرہونِ منت رہیگا۔انجمن کو صلاح و مشورہ دینے کے بجائے انجمن کے صلاح و مشوروں پر کام کریگا۔ایک بہادر اور پر زور لیڈر کی حیثیت سے جماعت کی قیادت نہیں کر سکیگا۔

ضیاء صاحب خلیفہ کا انتخاب ایسا ہونا چاہئے جسمیں ہر احمدی محسوس کرے کہ اسکا کچھ نہ کچھ حصہ اس انتخاب میں موجود ہے۔میں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور پھر جماعت احمدیہ کو انکی ذمہ داریوں کے متعلق توجہ دلانے کے لئے آپ نے مرزا رفیع احمد صاحب کا نام کیوں تجویز کیا۔کیا آپ خود یا مرزا حفیظ احمد صاحب اس مسئلہ کو نہیں سمجھتے اور سمجھا سکتے۔؟

مرزا رفیق احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھے اور بھائی حفیظ کو تو لوگ سننے کے لئے تیار ہی نہیں۔بھائی رفیع احمد صاحب کا جماعت میں ایک مقام ہے۔اور پھر تیسری خلافت کے لئے مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنا ووٹ تو بھائی رفیع کے حق میں ہی دیا تھا۔بلکہ انہوں نے تو بھائی کے حق میں کچھ کہنے کی (تقریر کرنے کی) بھی کوشش کی تھی اب جنکا نام چوتھے خلیفہ کے انتخاب سے پہلے ہی چوتھے خلیفہ کے طور پر لیا جا رہا ہے۔وہ تو خود بھائی رفیع کو اُس مقام کا مستحق سمجھتے تھے جسے ہم خلافت کہتے ہیں۔وہ اپنے ضمیر کو کیا جواب دینگے اگر انجمن کی دھاندلی سے وہ نامزد ہو گئے یا چالاکی سے خود کو نامزد کروالیا۔

پھر کہا کہ جو دوست ربوہ آ چکے ہیں اور جو آئینگے وہ سب جلسہ گاہ میں جمع ہو جائیں اور ضلع وار جماعتی حلقوں میں بیٹھ جائیں پھر پانچ یا سات نہایت ہی پاکیزہ با کردار اور صاحبِ یقین احمدیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔یہ احمدی نہایت ہی متقی پرہیز گار اور ایماندار ہونے چاہیں۔یہ کمیٹی بے شک انجمن ہی تشکیل دے دے۔اس کمیٹی کے سامنے خلافت کے امیدواروں کے نام پیش کئے جائیں جو تصدیق شدہ ہوں۔یہ کمیٹی ان امیدواروں کے متعلق انکے احمدی ہونے۔صاحب ایمان۔پرہیز گار عبادت گذار ہونے اور دوسرے حقائق کی چھان بین کر کے انکے امیدوار ہونے کا اعلان کرے۔اس اعلان کے بعد کمیٹی کسی ایک امیدوار کا نام پکار کر جو لوگ موجود ہوں انکے حلقہ کے افراد کی موجودگی میں انکو ہاتھ کھڑا کر کے ووٹ دینے کو کہے۔تا کہ سب لوگ اسکا مشاہدہ کر سکیں کہ خلیفہ واقعتہً جمہور احمدیوں کے رائے سے ہی منتخب ہو رہا ہے پھر دوسرے امیدوار اور پھر یکے بعد دیگرے ہر امیدوار کے لئے ہاتھ کھڑا کرنے کو کہا جائے۔اور ایک احمدی کو ایک ہی ووٹ کا حق دیا جائے۔ہر حلقہ میں ووٹ کی گنتی کرنے والا اونچی آواز میں ووٹوں کی تعداد بتائے۔تا کہ ووٹ دینے والے امیدوار اور کمیٹی کے ارکان سبھی سن سکیں۔اور اس طرح ووٹ ریکارڈ ہوتے جائیں۔

مرزا رفیق احمد صاحب بولتے جا رہے تھے اور میرا ذہن الجھتا جا رہا تھا اس لئے بھی کہ مجھے دوسری بار یہ معلوم ہوا کہ تیسری خلافت کے لئے مرزا طاہر احمد صاحب نے اپنا ووٹ مرزا ناصر احمد صاحب کے برخلاف مرزا رفیع احمد صاحب کے حق میں دیا تھا۔اور اب وہ اپنی ضمیر سے کیسے لڑائی لڑ سکینگے۔(جب پہلی بار میں نے امیر جماعت احمدیہ کراچی احمد مختار صاحب سے سنا تھا تو

اعتبار نہیں کیا تھا) اور اس لئے بھی کہ اتنی جلدی یہ طریقہ ءِ انتخاب نافذ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ ویسے تو ہمارے انتخابات ایسی ہی قطاریں بنا کر ہوتے ہیں اور غالباً انہوں نے یہ نقش ان چھوٹے چھوٹے انتخابات سے لے لیا ہوا ہے۔ یہ کاروائی تو ۶۔۷ گھنٹے چلیگی اور گرمی بہت ہے۔ دھوپ بھی تیز ہے۔ میں جب اس ذہنی الجھن سے نکلا تو مرزا رفیق احمد صاحب کے الفاظ پھر سنائی دیئے کہ ضیاء صاحب اسطرح کا انتخاب آج کی تیز دھوپ میں تکلیف دہ ضرور ہے لیکن یہ تکلیف تو برداشت کرنی ہی ہوگی کیونکہ خلیفہ تو ہم زندگی بھر کے لئے چنتے ہیں۔

مرزا رفیق احمد صاحب کی تمام گفتگو سننے کے بعد میں واضح طور پر اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ آیا یہ کوئی چال ہے یا دھوکہ ہے یا پھر وہ ایمانداری سے غلطی کر رہیں بہر حال میں نے ضمیر والی بات سے اتفاق نہیں کیا۔

جب مرزا رفیق احمد صاحب خاموش ہوگئے تو میں نے دریافت کیا کہ انہوں نے فجر کی نماز کے بعد اٹھکر مرزا رفیع احمد صاحب کو کیوں نہیں کہا کہ وہ احباب جماعت کو انتخاب خلافت اور اسکی ذمہ داریوں پر خطاب کریں۔ مرزا رفیق احمد صاحب نے جواب دیا کہ فجر کی نماز کے وقت لوگوں کی ڈیڑھ قطار بھی پوری نہیں تھی۔ اس لئے خطاب کس کو کیا جاتا۔

لہذا میں خاموش رہا پھر مرزا رفیق احمد صاحب نے فرمایا کہ البتہ میں نے اب فیصلہ کیا ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد میں ضرور اعلان کرونگا۔ لیکن ایسا کوئی طریقہ ہونا چاہئیے کہ ظہر کی نماز کے وقت کافی لوگ بیت مبارک میں جمع ہو جائیں۔

یہ ساری بات سننے کے بعد میں دوبارہ مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر آ گیا۔ جہاں مجھے یوں محسوس ہوا کہ برادرم علی بن عبدالقادر انکے گھر میں میری آمد کے پہلے سے موجود ہیں۔ اس دوران میجر ریٹائرڈ مبشر احمد مجوکہ صاحب تشریف لے آئے اور فوراً چلے گئے۔ میں مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ برآمدہ سے ملحقہ کمرہ میں بیٹھ گیا اور دریافت کیا کہ آپ جماعت کی توجہ کس طرف مبذول کروانا چاہتے ہیں۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے فرمایا۔

۱۔ مجلسِ انتخاب جو حضرت خلیفۃ الثانی نے بنائی تھی وہ صرف خلافتِ ثالثہ کے انتخاب کے لئے تھی اور وہ اب ختم ہو چکی ہے۔ اور ٹوٹ چکی ہے۔

۲۔ حضرت بانیءِ سلسلہ احمدیہ کے حواری کرام میں سے بہت سے افراد اور خاندان بانیِ سلسلہ احمدیہ کے تمام افراد ماسوائے نواب آمنۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے فوت ہو چکے ہیں اور یہی لوگ اس مجلس کے غیر جانبدار رکن تھے۔ باقی ماندہ ارکان یا تو خود انجمن ہے یا انجمن کے مرہونِ منت ہیں یا پھر خلیفۃ ءِ وقت کے نامزد شدہ ہیں دوسرے معنوں میں بیوروکراٹس ہیں۔

۳۔ خلیفہ الثالث نے ۱۹۶۶ء کی مجلسِ مشاورت میں فرمایا تھا۔

''اب آئندہ انتخاب خلافت کیلئے میں ایک کمیٹی نامزد کرونگا۔ جو بعد غور وعوض مجھے مشورہ دیگی کہ میرے بعد آنے والے خلیفہ کا انتخاب کیسے ہونا چاہیے اور اسطرح آئندہ انتخاب کا طریقہ ءکار میں نافذ کرونگا۔''

اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ خلیفہ الثالث نے خود وہ مجلس انتخاب توڑ دی جسے انکو منتخب کیا تھا۔ وہ اپنی زندگی میں دوسری مجلس انتخاب یا طریقہ ءِ انتخاب نافذ نہ کر سکے یا پھر انہوں نے ایسا ارادتاً نہیں کیا۔ یا۔ انکو اسکی توفیق نہیں ملی یہ وہ جانیں یا انکا خدا جانے۔

۴۔ انتخاب کا حق صرف اور صرف جمہور احمدیوں کے پاس ہے۔ خلیفہ وقت اپنے بعد آنیوالے خلیفہ کو نامزد بھی کر سکتا

ہے۔یا کوئی مجلسِ انتخاب بھی نامزد کر سکتا ہے تاریخ اسکی گواہ ہے اور یہ اسکا حق ہے۔لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا یا پھر وہ ایسا نہیں کر پاتا۔تو ایسے حالات میں انتخاب کا حق جمہور اور صرف جمہور احمدیوں کو لوٹ آتا ہے۔جواب لوٹ آیا ہے اور یہی وہ نقطہ ہے جسکی طرف میں احباب جماعت کی توجہ دلانا چاہتا تھا اور چاہتا ہوں۔ورنہ آپ گواہ ہیں کہ میری ذاتی خواہش کوئی نہیں۔میں خود بیعت کرنا چاہتا ہوں بیعت لینی نہیں چاہتا۔

میرا ذہن صاف ہو چکا تھا مرزا رفیع احمد صاحب جو بھی فرما رہے تھے اسمیں خلوص۔نیک نیتی۔ایمانداری۔پاکیزگی اور سچائی تھی میں اٹھا اور گول بازار کی طرف چل دیا۔وہاں میں برادرم رشید احمد صاحب کی دوکان رشید بوٹ ہاؤس پر پہنچا۔وہاں کچھ لوگ موجود تھے۔اور انتخاب خلافت کے متعلق باتیں ہورہی تھیں۔لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر انتخاب عام ووٹ سے ہوا تو لوگ ووٹ صرف مرزا رفیع احمد (صاحب) کو دینگے۔اس لئے انجمن کبھی عام انتخاب نہیں ہونے دیگی کیونکہ انجمن کا امیدوار مرزا طاہر احمد (صاحب) ہے۔میں باتیں سنتا رہا اور پھر پوچھا کہ اگر انجمن نے مرزا طاہر احمد (صاحب) کو خلیفہ نامزد کردیا تو کیا احمدی بیعت کرلینگے۔وہاں موجود تمام لوگ بیک زبان ہوکر بولے کس کی کیا جرات کہ بیعت نہ کرے۔انجمن کے فیصلہ کے خلاف کون آواز اٹھا سکتا ہے۔آپ صاحب انجمن کو نہیں جانتے انتخاب ربوہ میں ہورہا ہے۔انگلینڈ یا امریکہ میں نہیں۔یہ لوگ پھر آپس میں باتیں کرنے لگ گئے اور میں رشید احمد صاحب کے گھر فیکٹری ایریا چلا گیا۔وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ ابھی۔ابھی گھر سے دوکان کو روانہ ہو چکے تھے۔چنانچہ میں بھی واپس لوٹ گیا۔راستے میں فیکٹری ایریا مارکیٹ کے چوک میں کچھ لوگ موجود تھے۔میں اپنی کار ایک طرف کھڑی کرکے پھل کی ایک دوکان پر کھڑا ہوگیا۔باتیں یہاں بھی انتخاب خلافت پر ہورہی تھیں سبھی لوگ کہ رہے تھے کہ انجمن کبھی انتخاب کو عام نہیں ہونے دیگی کیونکہ عام انتخاب میں تمام احمدی اپنا ووٹ مرزا رفیع (صاحب) کو دینگے اور انجمن مرزا رفیع احمد (صاحب) کو کبھی خلیفہ نہیں بننے دیگی۔میں بھی ان لوگوں میں آہستہ آہستہ شامل ہوگیا اور کچھ دیر بعد سوال کیا کہ اگر مرزا رفیع احمد (صاحب) خلیفہ بن جائے تو انجمن کو کیا ڈر ہے۔ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اگر مرزا رفیع احمد خلیفہ بن گئے تو انجمن کے ہر ناظر کے گھر سے ایرکنڈیشنر غائب ہوجائینگے اور ہر ناظر دفتر آنے سے قبل ادھ گھنٹہ کہیں نہ کہیں اصلاح ارشاد کا کام کرکے آئیگا۔جائے نماز انکی بغلوں میں ہوگی اور لوٹا انکے ہاتھوں میں۔صاحب آپ کہاں سے آئے ہیں۔آپ ربوہ کو نہیں جانتے۔یہاں تو کوئی قتل بھی ہوجائے تو سراغ نہیں مل سکتا۔یہ انجمن ہے انجمن۔میں نے پھر پوچھا کہ انجمن کس کو خلیفہ بنانا چاہتی ہے ایک دوسرا شخص بولا۔یہ بھی کوئی راز ہے مرزا طاہر احمد (صاحب) کو۔میں خاموشی سے انکو چھوڑ کر رشید احمد صاحب کی دوکان کی طرف چلدیا۔فیکٹری ایریا کی سڑک جہاں سے ریلوے پھاٹک اور گول بازار کی طرف مڑتی ہے وہاں کوئی ۱۸۔۲۰ آدمی کھڑے باتیں کررہے تھے اکثریت خدام کی تھی۔میں بھی ان میں جا کھڑا ہوا۔ان میں اکثریت ربوہ سے باہر کے خدام کی تھی۔وہ کہ رہے تھے کہ ہم ابھی۔ابھی پہنچے ہیں۔اور وہ سب خدام مرزا طاہر احمد صاحب کی خوبیاں بیان کررہے تھے۔اور مرزا طاہر احمد صاحب کی طرزِ تقریر اور شعلہ بیانی کو حضرت خلیفہ الثانی کی طرزِ تقریر سے تشبیع دے رہے تھے۔اور کچھ لوگ یہ کہ رہے تھے کہ مرزا طاہر احمد (صاحب) نے جماعت کو سیاست میں دھکیل دیا ہے۔اور خود بھی سیاسی آدمی ہے اور پھر انتخاب کا تو وہ ماہر ہے۔وغیرہ۔وغیرہ۔اور میں انکو چھوڑ کر گول بازار کی طرف روانہ ہوگیا۔مجید آئرن سٹور کے سامنے کافی لوگ جمع ہو چکے تھے۔جن میں کافی زیادہ باہر سے آئے ہوئے نوجوان تھے۔انجمن کی خفیہ میٹینگ نے اپنے فیصلہ کا اعلان کردیا تھا۔اور یہ فیصلہ وہی تھا جو پہلے ہی عام ہو چکا تھا۔اور یہ سب لوگ کہ رہے تھے کہ انجمن نے مرزا

طاہر احمد (صاحب) کو خلیفہ نامزد کر دیا ہے۔ اب مرزا رفیع احمد (صاحب) کے خلیفہ بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انجمن نے اعلان کر دیا ہے کہ وہی مجلس چوتھے خلیفہ کا انتخاب کرے گی جس نے تیسرے خلیفہ کا انتخاب کیا تھا۔ ایک شخص جو ربوہ ٹیلیفون ایکسچینج میں کام کرتا تھا اور رات کو ڈیوٹی پر تھا اور وہاں موجود تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ مرزا منصور احمد کی رات کو تین بار مرزا طاہر احمد (صاحب) سے ٹیلیفون پر باتیں ہوئی ہیں کہ مرزا رفیع احمد صاحب پر پوری پوری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ ساری بات چیت ہی مرزا رفیع احمد (صاحب) پر تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ خدام کی ٹولیاں نہایت منظم طریقہ سے آ رہی تھیں اور لوگوں میں شامل ہو کر مرزا طاہر احمد صاحب کی خوبیاں۔ انکی تقریر کی شعلہ بیانی علم و عرفان اور سیاست پر عبور رکھنے کی تعریف کر رہے تھے کچھ خدام سڑک پر اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ جو غالباً کسی ڈیوٹی پر تھے۔ اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ سب انتظام پہلے سے کیا جا چکا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ خاندان اور انجمن کے برسر اقتدار لوگ مرزا رفیع احمد صاحب کے اس قدر خلاف ہیں کہ کسی بھی طریقہ سے ان کا نام خلافت کے امیدوار کی حیثیت سے پیش ہونے ہی نہیں دیا جائے گا۔ وہ تمام خدام اور دیگر تنظیمیں جو انجمن نے پہلے سے منظم کئے ہوئے تھے حرکت میں آ چکے تھے۔

میں مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر گیا۔ وہ برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ میں نے انکو وہ تمام باتیں بتا دیں جنکا میں مشاہدہ کر کے آیا تھا۔ اسکے بعد میں نے کہا کہ اگرچہ آپ نے مجھ پر واضح کر دیا ہوا ہے آپ بیعت کرنی چاہتے ہیں لینی نہیں چاہتے۔ لیکن لوگوں میں آپکا ذکر ہر جگہ موجود ہے اور میرا خیال یہ بھی ہے کہ اگر انتخاب غلطی سے جمہور سے ہوئے تو لوگ آپکو زبردستی خلیفہ بنا دینگے کیونکہ عام احمدی اپکے حق میں ہے۔ جبکہ وہ ہر عام احمدی یہ بھی جانتا ہے کہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفہ نامزد ہو چکے ہیں اور باقی کاروائی کاغذی ہے۔ میری اس گفتگو کے دوران مکرم علی بن عبدالقادر بھی کھڑے تھے۔ جو بالکل خاموش تھے اور کسی تجسس میں تھے۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے ہمیں برآمدے میں کرسیوں پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں بہت پریشان ہوں۔

سوال خلیفہ کے انتخاب کا نہیں۔ سوال خلافت کا ہے۔ قائم رہنے والی چیز تو خلافت ہے نہ کہ خلیفہ۔ کوئی بھی انجمن یا خلیفہ ہمیشہ کے لئے مستقل آئین (طرز خلافت کا) وضع نہیں کر سکتا۔ طریقۂ انتخاب تو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ بدلتا رہے گا۔ مستقل آئین تو صرف قرآن ہے۔ اور قرآن کی روح سے انتخاب کی طاقت صرف جمہور کے پاس ہے کسی مجلس کے پاس ہرگز نہیں یہی وہ مسئلہ ہے جو خلیفہ الثانی نے اٹھایا تھا۔ اور یہی وہ لڑائی ہے جو ہم گذشتہ ۵۰ سال سے پیغامیوں سے مسلسل کرتے آئے ہیں۔ انجمن جو یہ کہہ رہی ہے کہ خلیفہ کی وفات کے بعد وہ بانی سلسلہ احمدیہ کی جانشین بن جاتی ہے غلط ہے خلیفہ کی وفات کے بعد جانشین تو انکی جماعت ہی ہے۔ خلیفہ الثالث اپنی زندگی میں کوئی طریقۂ انتخاب وضع نہیں کر سکے حالانکہ ۱۹۶۶ء کی مجلس مشاورت میں انکی تقریر کے مطابق کوئی نیا طریقۂ انتخاب انکے بعد آنے والے خلیفہ کے متعلق انکے ذہن میں تھا۔ جو وہ اپنی زندگی میں واضع نہیں کر سکے۔ اب قرآن کی رو سے انتخاب کا حق صرف جمہور کے پاس ہے۔

ا۔ خاندانِ بانی سلسلہ احمدیہ میں سے اب صرف ایک فرد باقی رہ گیا ہے۔

ب۔ میرے خیال میں اس انتخاب میں بانی سلسلہ کے صرف ۴ یا ۵ حواری شامل ہونگے۔

ج۔ ۵۰۰ افراد کے لگ بھگ کی تعداد جو اس کمیٹی کی منشور میں بیان کی گئی ہے۔ کسی بھی طریقہ سے پوری نہیں ہوگی۔ اب جبکہ جماعت ایک کروڑ (۱۰،۰۰۰،۰۰۰) کی ہے۔ تو تعداد صرف ۳۰۰ کے لگ بھگ رہ گئی ہے۔ جن میں سے غالباً ۱۵۰ دوست مشکل سے

پہنچ سکینگے ۔ایک کروڑ کی جماعت میں ۵۰ ایبوروکرائس کا ووٹ کس طرح جمہور کہلائیگا ۔

اس دوران برآمدے میں کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے ۔جن میں مندرجہ ذیل نمایاں تھے ۔

مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب ،مکرم مبشر احمد کھوکھ صاحب ،مکرم سلیم قدسی صاحب ،صاحبزادہ طیب احمد صاحب ۔باقی افراد جو تعداد میں ۵ تھے انکے نام سے میں واقف نہیں ہوں ۔

پھر کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے ۔آپ لوگ گواہ رہیں ۔میں بیعت کرنی چاہتا ہوں ۔لیکن نہیں چاہتا۔ میں مرزا طاہر احمد صاحب کی صلاحیتوں سے واقف ہوں ۔میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو جد وجہد خلیفہ الثانی نے شروع کی تھی لوگ اسکا احساس کریں اور ربوہ میں موجود ہر احمدی یہ محسوس کرے کہ منتخب کئے ہوئے خلیفہ کے انتخاب میں اسکا کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی طرح سے حصہ ضرور ہے ۔اسطرح کی کثریت رائے ہی شریعت اور احمدیت کا فلسفہ انتخاب ہے ۔

جب مرزا رفیع احمد صاحب برآمدے سے اٹھ کر چلے گئے ۔میں نے وہاں موجود تمام احمدیوں کو وہ سب کچھ بتادیا ۔جو میں سن کر اور دیکھ کر آیا تھا۔اس پر مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب نے فرمایا کہ وہ مرزا رفیق احمد صاحب پر ذرہ بھر بھی یقین نہیں رکھتے ۔وہ کسی بھی اصول کے آدمی نہیں ۔

علی بن عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ خلیفہ جسکو ہم خلیفہ کہتے ہیں ۔خدا انہیں بناتا ۔جس خلیفہ کے متعلق خدا کہتا ہے کہ میں بناتا ہوں ۔وہ خدا ہی بناتا ہے اور وہ ارض پر خلیفہ ہوتا ہے وہ کسی انجمن یا انسان کا بنایا ہوا نہیں ہوتا ۔اور بالکل یہی عقیدہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا تھا۔اور اگر آپ انکی کتابوں کو غور سے پڑھیں تو اسکے علاوہ آپ کوئی دوسری رائے قائم نہیں کرسکینگے ۔

انجمن تو خود خلیفہ کی بنائی ہوئی ہوتی ہے ۔انجمن بیچاری کیا خلیفہ بنائے گی ۔اسطرح تو ایک دائرہ بن جائیگا جس کے اندر خلافت گھومتی رہیگی ۔یعنی خلیفہ انجمن بناتا رہیگا اور انجمن خلیفہ بناتی رہیگی ۔

مکرم میجر (ریٹائرڈ) مبشر احمد کھوکھ صاحب نے فرمایا ۔کہ اقتدار اعلیٰ (خلیفہ) فوت ہو چکا ہے ۔دوسرے اقتدار اعلیٰ (خلیفہ) کا ابھی انتخاب نہیں ہوا۔لہذا اسوقت ہر احمدی آزاد ہے ۔حق انتخاب جمہور کے پاس ہے اور میں اس جمہور کا ایک رکن ہوں اور انجمن خود اس جمہور کی تابع ہے ۔

علی بن عبدالقادر صاحب نے پھر فرمایا کہ میں تو ایک وکیل ہوں ۔میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر خلیفہ کی وفات کے بعد سلسلہ احمدیہ کی جانشین خود انجمن بن جاتی ہے تو پھر ہمارا اور پیغامیوں کا جھگڑا ہی کیا ہے ۔پھر تو جماعت احمدیہ کا دوسرا خلیفہ وہ ہونا چاہئے جسکو انجمن نے چنا تھا ۔اور ہم آج تک ان سے جھگڑ رہے ہیں ۔

یہ سب کچھ سننے کے بعد میں نے کہا کہ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ مرزا رفیع احمد صاحب میرے دوست ہیں اور اگر مجھے جان بھی دینی پڑی تو میں دے دونگا پھر میں نے بتایا کہ مرزا رفیق احمد صاحب کا مشورہ تھا کہ ایک اشتہار چھپوایا جائے ۔جسمیں یہ لکھا جائے کہ مرزا رفیع احمد صاحب احباب جماعت کو انتخاب خلافت کے متعلق انکی ذمہ داریوں کی طرف انکی توجہ از روئے شریعت دلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں وہ ان سے بعد نماز ظہر بیت مبارک میں انتخاب فرمائینگے ۔لہذا احباب وہاں جمع ہو جائیں اور اسطرح ظہر کی نماز کے بعد کافی حاضری اکٹھی کی جاسکتی ہے ۔

مکرم حبیب اللہ بٹ صاحب نے فرمایا کوئی بھی چھاپہ خانہ ایک یا دو گھنٹہ میں یہ اشتہار چھاپ کرنہیں دے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ اشتہار ہاتھ سے لکھا جائے اور اسکی فوٹو کاپیاں کروا کر بانٹ دی جائیں۔ چنانچہ حبیب اللہ بٹ صاحب کے مشورے کے مطابق میں سلیم قدسی اور ایک تیسرے دوست کے ہمراہ چنیوٹ روانہ ہوگیا۔ وہاں کچہری جا کر ہم سب نے باہم مشورہ کے ساتھ عبارت لکھی اور ۵۰ روپے ادا کر کے ۱۰۰ کاپیاں حاصل کیں وہ تمام کاپیاں لیکر میں مرزا رفیق احمد صاحب کے گھر آیا۔ جہاں انہوں نے عبارت سے اتفاق کیا۔ وہ تمام کاپیاں لیکر میں پھر مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر آیا۔ انہوں نے اشتہار پڑھا تو سخت ناراض ہوئے۔ اور خود بعد میں اسکی عبارت کو تبدیل کیا۔ اسی دوران ہمیں اطلاع ملی کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ الثالث کا جنازہ ربوہ پہنچ گیا ہے مرزا رفیع احمد صاحب انکا چہرہ دیکھنے گئے اور جب واپس آرہے تھے تو انکے ساتھ پیر صلاح الدین صاحب بھی تھے جو یہ فرمارہے تھے۔

HE HAS GIVEN YOU FAIET ACCOMPLIE, YOU ALSO GIVE HIM FAIET ACCOMPLIE.

یہ کہکر وہ مرزا رفیع احمد صاحب کو لیکر اندرونِ خانہ چلے گئے۔ چنانچہ میں میجر مبشر احمد مجوکہ صاحب اور مکرم سلیم قدسی صاحب کو لیکر دوبارہ چنیوٹ روانہ ہوگیا اور اس درست شدہ اشتہار کی ۲۰۰ کاپیاں کروا کر واپس ربوہ آگیا۔ میں نے ۵۰ کاپیاں مرزا رفیق احمد صاحب کو اور ۵۰ کاپیاں مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر پر موجود دوستوں کے حوالے کردیں۔ اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ باہر جا کر گول بازار، قصر خلافت اور سرگودھا روڈ کے اردگرد موجود دوستوں میں تقسیم کرآئیں۔ اور ۵۰ کاپیاں دوسرے موجود دوستوں کو دیں اور کہا کہ محلوں میں بانٹ دی جائیں۔ ابھی باقی دوسری ۵۰ کاپیوں کی تقسیم کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ وہ تمام کی تمام فوٹو کاپیاں ان تمام دوستوں سے چھین لی گئی ہیں اور انکو مارا پیٹا بھی گیا ہے۔ میں نے فوراً مکرم مبشر احمد مجوکہ صاحب کو ساتھ لیا اور جو ۵۰ کاپیاں بچ گئی تھیں۔ انکو بانٹنے کے لئے خود گھر سے نکل گیا۔ میں کار چلاتا جاتا تھا اور مکرم مبشر احمد مجوکہ صاحب اشتہار تقسیم کرتے جاتے تھے۔ اس طرح ہم نے صرف ۱۵ منٹ میں ۴۰ کاپیاں تقسیم کردیں۔ میری کار کو ۴ خدام نے موٹر سائیکل پر سوار ہوکر تعاقب کیا۔ لیکن دخل اندازی نہیں کی۔

نماز ظہر کا وقت ایک بجکر تیس منٹ مقرر تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ نماز ایک بجے ہی کھڑی ہوگئی ہے۔ میں جلدی جلدی بیت مبارک کو چلدیا جب میں پہنچا تو سلام پھر رہا تھا۔ سلام پھیرتے ہی ایک ہنگامہ برپا ہوگیا میں چونکہ دروازے کے پاس ہی پہنچ سکا تھا اور میرے آگے ایک ہجوم تھا۔ اس لئے میں نہیں دیکھ سکا کہ آگے کیا ہوا ہے۔ میں منہ اٹھائے دروازے کے پاس کھڑا مرزا رفیع احمد صاحب کو تلاش کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ اچانک ایک خادم نے میری رانوں پر دو ٹھڈے ماردئے اور ایک دوسرے خادم نے میرے منہ پر ایک زوردار گھونسہ رسید کرنے کا شرف حاصل کرلیا۔ میں دروازے کے ساتھ جا ٹکرایا مکرم مبشر احمد صاحب نے کھڑے ہوکر کچھ کہنا چاہا۔ جونہی وہ اٹھے۔ انہیں ایک خادم نے دبوچ لیا۔ ایک دوسرے دوست کو بھی جو انکے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے خدام نے اٹھا لیا اور بیت سے باہر لے گئے۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے منبر کی طرف جانے کی کوشش کی جہاں مولوی عبدالمالک مائیکروفون سنبھالے ہوئے تھے مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ بیٹھے خدام انکے سامنے کھڑے ہوگئے اور ان کو دروازے کی طرف دھکیلنا شروع کردیا۔ صاحبزادہ مرزا طیب احمد انکے ساتھ ساتھ تھے۔ مولوی عبدالمالک کی آواز گونج رہی تھی۔ کہ جب خلیفہ فوت ہو

جا تا ہے تو پھر انجمن ہی بانی سلسلہ احمدیہ کی جانشین بن جاتی ہے۔

مکرم مبشر احمد صاحب مجوکہ جب میرے پاس سے گزرے تو خدام نے انکو اپنے بازوؤں میں دبایا ہوا تھا اور انکے منہ سے خون نکل رہا تھا جو بیت کے فرش پر گر رہا تھا۔ ایک شخص جس کا نام مجھے خورشید احمد بتایا گیا تھا۔خدام کو ہدایت دے رہا تھا اور غصہ میں اسکے منہ سے تھوک نکل رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خلیفہ بننے کا اعلان کرنا چاہتا تھا۔ ہم اسے ایسا ہرگز نہیں کرنے دیں گے۔ میرے پاس ایک شخص زمین پر آ کر گرا۔ جو درد سے کراہنے لگ پڑا کسی ہڈی میں درد کی شکایت کر رہا تھا۔صاحب زادہ مرزا رفیع احمد صاحب کو انکے بیٹے (مرزا طیب احمد صاحب) لیکر اب دروازے سے باہر کی طرف نکل رہے تھے۔ظہور احمد باجوہ صاحب ناظم امور عامہ ان خدام کو کچھ ہدایت دے رہے تھے۔جنہوں نے مکرم مبشر احمد صاحب مجوکہ کو جکڑا ہوا تھا۔پھر مولوی عبدالمالک کی آواز لاؤڈ اسپیکر پر سنائی دی ”بانی سلسلہ آحمدیہ کی جانشین اب انجمن ہے اب انجمن ہی اقتدار اعلیٰ ہے۔اب انجمن کا ہر فیصلہ ہر احمدی کا جزوئے ایمان ہے کیونکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور انجمن اس خدا کے خلیفہ کی نامزد کردہ ہے اور انجمن نے طریق انتخاب کا فیصلہ کر دیا ہے“۔

پھر لاؤڈ اسپیکر پر مولوی دوست محمد کی آواز سنائی دی ”احباب انجمن نے فیصلہ کر دیا ہے۔اب کسی قسم کی تقریر کی کسی کو بھی اجازت نہیں نہ بیت کے اندر نہ باہر۔اب حضرات انتظار کریں۔اور دیکھیں کہ مجلس کس کی خلافت کا اعلان کرتی ہے جسکی خلافت کا اعلان ہوگا وہی خدا کا بنایا ہوا خلیفہ ہوگا کیونکہ خلیفہ صرف خدا ہی بناتا ہے۔

پھر مولوی عبدالمالک نے لاؤڈ اسپیکر سنبھال لیا اور وہی باتیں بار بار دوہرانی شروع کر دیں اور تاکید کرنی شروع کر دی کہ اقتدار اعلیٰ اس وقت انجمن کے پاس ہے اور مرزا رفیع احمد (صاحب) کو ہرگز ہرگز جماعت کو خطاب کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ اسکی تو انجمن میں کوئی بھی حیثیت نہیں ہے۔انجمن کسی کو خلیفہ بن جانے کا یکطرفہ اعلان کرنے کی اجازت نہیں دیگی۔اگر مرزا رفیع احمد (صاحب) کو تقریر کرنے کی اجازت دے دی جائے تو انجمن کا اقتدار اعلیٰ ختم ہوجائے گا اور ہر احمدی تقریر کرنی شروع کر دیگا۔

آدھ گھنٹہ گزر چکا تھا اور یہ دونوں مولوی صاحبان باری باری وہی باتیں دہرا رہے تھے۔ میں گھر پہنچا تو بہت سے لوگوں کو مرزا رفیع احمد صاحب کے صحن میں جمع دیکھا۔اکثر لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر یہ دونوں مولوی صاحبان ہر قسم کی تقریر کر سکتے ہیں تو کیا بات ہے کہ مرزا رفیع احمد صاحب کیوں نہیں کچھ کہہ سکتے۔

مرزا رفیع احمد صاحب نہایت سکون میں تھے۔میں خاموش ایک طرف کھڑا ہوگیا۔

مرزا رفیع احمد صاحب کچھ دیر کے بعد بولے اور کہا کہ میری بےعزتی نہیں ہوئی یہ تو خانہ خدا کی بےحرمتی ہے۔میں تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے خوف زدہ ہوں ایسا نہ ہو کہ ہم خانہ خدا کو خانہ خدا کہنے سے محروم ہوجائیں میں خلیفہ بننے کا آج خواہشمند ہوں نہ پہلے تھا۔میں تو بیعت کرنی چاہتا ہوں لینی نہیں چاہتا۔مرزا طاہر احمد صاحب کے علاوہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب میر محمود صاحب بھی خلافت کے مقام کے مستحق ہیں۔۱۰۰ یا ۱۵۰ نامزد بیوروکریٹس کس طرح ایک کڑوڑ کی جماعت کا جمہور کہلا سکتے ہیں مستقل آئین تو صرف خدا تعالیٰ ہی بنا سکتا ہے۔ جو پہلے سے ہمارے قرآن میں موجود ہے۔میرے والد صاحب تو سرورکائنات محمد رسول اللہ ﷺ کی جوتی کے بھی برابر نہیں تھے۔اور نہ ہیں۔رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے آئین کو میرا باپ کیسے توڑ سکتا ہے وہ مجلس تو میرے باپ نے اسوقت کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے لئے بنائی تھی۔ جسے انجمن مستقل آئین

بنانا چاہتی ہے یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

میں گھر سے باہر نکلا وہاں مجھے ظہور احمد باجوہ صاحب نظر آئے جو کچھ خدام کی ڈیوٹی لگا رہے تھے۔میں انکے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ مبشر احمد مجوکہ صاحب کو کہاں لے گئے ہیں۔باجوہ صاحب نے فرمایا۔کون سا میجر مبشر۔میں نے کہا کہ میں نے تو میجر مبشر نہیں کہا تھا۔میں نے تو مبشر احمد مجوکہ صاحب کہا تھا۔اسپر انہوں نے فرمایا میں کسی مبشر احمد مجوکہ کو نہیں جانتا۔میں نے انتہائی ہلکی آواز میں انتہائی نرمی سے کہا کہ اگر ۱۰ منٹ میں مبشر احمد مجوکہ یہاں نہ آیا تو پھر کسی قسم کا الزام مجھے نہ دینا۔جماعت کا معاملہ جماعت کے درمیان رہنا چاہیے۔آپ کسی بھی آدمی کو غائب کرنے کی مثال قائم کرنے کی کوشش نہ کریں اور احتیاط برتیں۔باجوہ صاحب کچھ کہنا چاہتے تھے میں بغیر سنے ہی واپس آ گیا۔اس دوران کچھ مزید مہمان آنا شروع ہو گئے۔

جن میں میری بیوی حامدہ عفت۔میرا بیٹے کے علاوہ میر حبیب اللہ صاحب،ملک مبارک احمد صاحب اور انکے صاحبزادے اور کچھ مستورات جنکو میں نہیں جانتا شامل تھے۔

اسی دوران پیر صلاح الدین صاحب تشریف لائے۔میں اور مرزا رفیع احمد صاحب برآمدے میں کھڑے تھے۔پیر صاحب نے فرمایا۔رفیع بھائی آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا طاہر احمد (صاحب) خلیفہ نامزد ہو چکا ہے۔اب آپ کے لئے صرف ایک ہی راہ باقی ہے۔وہ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ مبشر احمد مجوکہ صاحب دروازے کے اندر داخل ہوئے۔اسی دوران مرزا رفیق احمد صاحب اور مرزا حفیظ احمد صاحب تشریف لئے آئے۔پیر صلاح الدین صاحب فوراً خاموش ہو گئے۔مرزا رفیق احمد صاحب اور مرزا حفیظ احمد صاحب۔مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ کھانے کی میز پر جا کر بیٹھ گئے۔مرزا حفیظ احمد صاحب نے بڑے جوش کے ساتھ خانہ خدا کی بے حرمتی کی طرف توجہ دلائی۔مرزا حفیظ احمد صاحب نے بہت اصرار کیا کہ میجر مبشر احمد مجوکہ صاحب کو پولیس میں F.I.R درج کروانی چاہیے۔کیونکہ انکو خدام نے بیت کے اندر مارا اور بعد میں حبس بیجا میں رکھا۔

میجر مبشر احمد مجوکہ صاحب نے یہ کہہ کر انکا مشورہ سختی سے مسترد کر دیا کہ میں انجمن کے غنڈوں کی شکایت حکومت کے غنڈوں کے پاس کرنے کو تیار نہیں ہوں مرزا حفیظ احمد صاحب نے کہا کہ لوگوں میں بڑے زور شور سے یہ پراپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ رفیع بھائی بیت میں خلیفہ بننے کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔اس لئے اب یہ انتہائی ضروری ہو گیا ہے کہ آپ ایک اشتہار کے ذریعہ ربوہ میں موجود لوگوں کو بتائیں کہ آپکا خطاب کیا تھا۔اور جو آپ کہنا چاہتے تھے وہ خلیفہ بننے کا اعلان نہیں تھا بلکہ خلافت کے انتخاب کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کی طرف توجہ دلانا تھا جسکے بعد مرزا حفیظ احمد صاحب اور مرزا رفیق احمد صاحب نے ملکر ایک اشتہار کا مضمون بنایا۔جسے مرزا رفیع احمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور مرزا حفیظ احمد صاحب کو پڑھنے کو دیا۔مرزا حفیظ احمد صاحب نے عینک نہ ہونے کی وجہ سے فرمایا کہ انکو پڑھ کر سنایا جائے۔چنانچہ وہ مضمون مرزا حفیظ احمد صاحب کو پڑھ کر سنایا گیا۔مرزا حفیظ احمد صاحب نے اس مضمون میں ایک سطر بڑھانے کو کہا۔جو سطر انہوں نے بڑھائی وہ یہ تھی۔

"اگر جمہور احمدیوں کے ووٹ کے بغیر کوئی خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے تو وہ خلیفہ نہیں اور جو شخص اسکی بیعت کرتا ہے وہ بیعت نہیں۔"

اسکے بعد جب مضمون مکمل ہو گیا تو مرزا حفیظ احمد صاحب نے مجھے کہا کہ یہ اشتہار کم از کم پانچ ہزار چھپوائے جائیں اور آج ہی رات میں تقسیم بھی ہو جائیں میں نے پوچھا کہ میاں صاحب تقسیم کون کرے گا تو مرزا حفیظ احمد صاحب نے کہا کہ وہ اپنے نوکر کو بھیج دینگے میں نے کہا آپ کو خود اشتہار تقسیم کرنے میں کیا اعتراض ہے جس پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔

میں وہ مضمون لیکر مبشر احمد مجوکہ صاحب کے ساتھ فیصل آباد روانہ ہوگیا۔تمام راستے ہم دونوں پریشان تھے اور مرزا حفیظ احمد صاحب کے کردار کے بارے میں سوچتے رہے۔ہم دونوں کی رائے کے مطابق مرزا رفیق احمد صاحب اور مرزا حفیظ احمد صاحب دونوں بھائی مرزا رفیع احمد صاحب کو دھوکہ دے رہے تھے مکرم مبشر احمد صاحب بار بار کہہ رہے تھے کہ ضیاء صاحب دعا کریں کہ یہ اشتہار تقسیم نہ ہو جائیں۔ہم دونوں نے بڑی جد وجہد کے بعد ۳ ہزار اشتہار چھپوائے مبشر احمد مجوکہ صاحب نے فرمایا کہ ضیاء صاحب ہم میاں صاحب کی حکم عدلی نہیں کر سکتے لیکن چال کوئی گہری نظر آتی ہے۔میں نے اپنی جیب سے ان اشتہاروں کی چھپائی -/672 روپے دیئے۔

جب ہم ربوہ پہنچے تو مرزا طیب احمد صاحب نے فرمایا کہ اشتہار نہیں بانٹے جائینگے۔اور انہوں نے وہ تمام اشتہار لے کر ایک الماری میں مقفل کر دیئے۔اور میں نے مرزا رفیع احمد صاحب کا ہاتھ کا لکھا ہوا مضمون انکو واپس کر دیا۔اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ مرزا رفیع احمد صاحب کی ہمشیرہ اپنے خاوند پیر معین الدین صاحب کے ہمراہ آئی تھیں اور گھر میں اونچی اونچی آوازیں سنی گئی۔ہم سب مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ برآمدے میں بیٹھ گئے۔جونہی ہم بیٹھے تھے کہ پیر صلاح الدین صاحب آئے اور مرزا رفیع احمد صاحب کو گھر کے اندر لے گئے۔اسکے بعد مرزا حنیف احمد صاحب تشریف لائے اور کافی دیر تک مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ بیٹھکر علیحدہ باتیں کرتے رہے۔جب مرزا رفیع احمد صاحب پیر صلاح الدین صاحب سے باتیں کر کے گھر سے باہر آئے تو نہایت جوش میں تھے۔لیکن جب مرزا حنیف احمد صاحب سے باتیں ختم ہوئیں تو متفکر نظر آرہے تھے۔میں نے محسوس کیا کہ کسی بات نے مرزا رفیع احمد صاحب کو سخت پریشان کر دیا ہے۔کافی رات گزر چکی تھی۔مہمانوں کی آمد و رفت جاری تھی۔میں نے سلیم قدسی صاحب سے کہا کہ کل وہ صحن میں ایک خیمہ کا بندوبست کر دیں اور دو درجن کرسیاں بھی منگوالیں۔مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر کے بالکل سامنے مرزا منصور احمد صاحب کے گھر میں ایک بڑا خیمہ لگا ہوا تھا اور مرزا منصور احمد مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر کے سامنے خدام کو بار۔بار کچھ احکام دے رہے تھے۔

میری اور سلیم قدسی صاحب کی بات ہو رہی تھی کہ حبیب اللہ بٹ صاحب تشریف لے آئے۔اور مسکرا کر کہا کہ وہ مرزا طاہر احمد صاحب سے مل کر آئے ہیں اور انہیں معلوم ہوا ہے چوہدری ظفر اللہ خانصاحب اور مرزا مبارک احمد صاحب یورپ سے آگئے ہیں۔اور آپ سب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمام خاندان والے اور انجمن میاں رفیع احمد (صاحب) کے خلاف ہو چکے ہیں۔ملک مبارک احمد صاحب جو حبیب اللہ بٹ صاحب کے ساتھ اپنے بچوں کے ہمراہ مرزا طاہر احمد صاحب سے مل کر آئے تھے فرمانے لگے کہ آپ لوگ خلافت کے متعلق فضول باتیں کر رہیں۔مرزا طاہر احمد صاحب تو خلیفہ نامزد ہو بھی چکے ہیں۔انجمن اور خاندان نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔اس لئے تم لوگوں کی باتوں سے اب مجھے کوئی سروکار نہیں اسطرح انہوں نے ہم سب پر ایک الزام عائد کر دیا۔وہ اس لئے بھی کہ اس وقت تک مرزا رفیع احمد صاحب نے مجھ سے کبھی دبی زبان میں بھی خلافت کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا۔یا کم از کم میں یہی سمجھتا تھا۔اس لئے مجھے دکھ ہوا۔حبیب اللہ بٹ صاحب نے پھر فرمایا کہ جو حرکات مرزا رفیع احمد صاحب کر رہے ہیں انکو ڈر ہے کہ کہیں انہیں جماعت سے نکال نہ دیا جائے۔آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ دیوار پر کیا لکھا ہوا ہے۔؟

علی بن عبد القادر صاحب نے فرمایا کہ جو جد وجہد بھائی رفیع کر رہے ہیں۔وہ انکی سمجھ کے مطابق حصول خلافت کی نہیں

ہے بلکہ طریقہ ءِ انتخاب خلافت کی ہے۔ بحر حال میں اس بات پر اتفاق کرتا ہوں کہ وہ دیوار کے ساتھ سر پھوڑنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے۔ خلیفہ وہی ہوگا جسے انجمن بنائیگی۔ انجمن تو ایک مست ہاتھی ہے۔ آپ بے کس اور نا تواں لوگ خدام الاحمدیہ جیسی منظم اور طاقتور تنظیم سے جو قطعی طور انجمن کے ہاتھ میں ہے۔ کسطرح ٹکر لے سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ کس طرح ناظر امور عامہ اور امیر عمومی خدام کو احکام صادر کر رہے ہیں۔ جو کچھ تم چاہ رہے ہو۔ یا کرنا چاہ رہے ہو۔ وہ سب ان جماعتوں میں ہوتا ہے۔ جہاں جمہور کے طریقہ کو اپنایا جاتا ہے۔ ہمارا طریقہ انتخاب خلافت اسطرح محفوظ کرلیا گیا ہے جسطرح پوپ کا ہے۔ ہمارے کارڈینلز (CARDINALS) بھی بیٹھ کر خلیفہ کا انتخاب کر لینگے۔ وہ لوگ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ پوپ کو انکے خدا نے نامزد کیا ہے۔ حالانکہ انکے پاس خدام الاحمدیہ جیسی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ روم میں کارڈینلز آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ مشورہ کئی کئی گھنٹے اور دن جاری رہتا ہے۔ اور ہمارے کارڈینلز کو تو بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ خدا کے واسطے بھائی رفیع کو کوئی سمجھائے۔ اگر انکا مقصد صرف یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب جمہور سے ہو یا کم از کم یہ نظر آئے کہ جمہور سے ہوا ہے۔ تو انکا نقطہ نظر اس وقت ہماری جماعت میں سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی سمجھنے کی کوشش بھی کریگا تو اسے کہہ دیا جائے گا کہ تم احمدیت سے منحرف ہو گئے ہو۔ یا تم نے اپنے آپ کو نظامِ خلافت سے علیحدہ کر لیا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بھر دیا گیا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور یہ نہیں بتایا جاتا کہ جس خلیفہ کو خدا بناتا ہے اسے خدا ہی بناتا ہے وہ کسی انجمن جیسی تنظیم کے ووٹ سے نہیں بنتا۔ اس لئے میں اگرچہ اس جدوجہد کہ خلاف ہوں لیکن رفیع بھائی کا ساتھ نہیں چھوڑ ونگا۔

میر حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ جماعت کا سربراہ تو مرزا طاہر احمد (صاحب) نے ہی بننا ہے۔ لیکن میں وہی کرونگا جو مجھے خانہ کعبہ میں کہا گیا تھا سربراہی یا سرداری ایک چیز ہے اور خلافت دوسری۔ جماعت کی یا قبیلہ کی خوشنودی ایک چیز ہے اور خدا کی خوشنودی دوسری۔ اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔

پھر میری طرف دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ میری رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ میر حبیب اللہ صاحب نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ میں پہلے بھی دوستوں سے عرض کر چکا ہوں کہ میں تو ایک تجارت پیشہ احمدی ہوں۔ مرزا رفیع احمد صاحب میرے دوست ہیں۔ اور میرے یار ہیں۔ میں نے آج تک ان سے کبھی دریافت نہیں کیا کہ انہوں نے کوئی بات کیوں کہی۔ میں نے ۱۶ سال تک دوستی نبھائی ہے اور یہ دوستی بڑے بڑے کٹھن مرحلوں سے گزری ہے۔ میں تو اب بھی دوستی نبھاؤنگا کیونکہ اسکا وقت آ چکا ہے۔ میں نے اپنی بیوی اور بیٹے سے بات کرلی ہے۔ اگر مجھے جان بھی دینی پڑی تو میں دونگا۔ میری دوستی پُرخلوص ہے۔ میں مرزا رفیع احمد صاحب کو کبھی نہیں چھوڑونگا۔

سلیم قدسی صاحب نے فرمایا۔ کہ میں نے جب سے ہوش سمبھالا ہے۔ مجھے تو ایک ہی سبق دیا گیا ہے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہاں تو خلیفہ انجمن بنا رہی ہے۔ جماعت کی تمام تنظیمیں مرزا رفیع احمد صاحب کے خلاف کام کر رہی ہیں اور اس افواہ کو شدت سے پھیلایا جا رہا ہے کہ مرزا رفیع احمد (صاحب) بغیر منتخب ہوئے اپنی خلافت کا اعلان کرنا چاہتا ہے۔

انکے گھر کے سامنے نہایت قد آور خدام پہرہ دے رہے تھے اور ہر ملنے والے سے پوچھ۔ گچھ کر رہے تھے۔ یہ تمام خدام نہایت ایمانداری سے یہ یقین کر چکے تھے کہ مرزا رفیع احمد (صاحب) خلافتِ احمدیہ کا بہت بڑا دشمن ہے اور جماعت میں انتشار پھیلا رہا ہے۔ ملک مبارک احمد صاحب نے جب یہ حالات دیکھے تو خاموشی سے پچھلے دروازے سے رخصت ہو گئے یہ دیکھ کر

مکرم مبشر احمد مجوکہ صاحب نے فرمایا کہ کل مرزا طاہر احمد (صاحب) کی خلافت کا اعلان ہو جاتا ہے۔اور سب نے انکی بیعت کر لینی ہے۔

لیکن میں میاں رفیع احمد صاحب کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑ نگا رات کافی ہو چکی تھی۔بجلی آتی جاتی تھی۔ہم سب رات کے ۱۲ بجے سونے کے لئے اپنی اپنی جگہوں پر چلے گئے۔

آج مورخہ ۹ جون ۱۹۸۲ء کا دن ہے۔

میں صبح کی نماز کے لئے اٹھا۔معلوم ہوا کہ مرزا رفیع احمد صاحب ساری رات نہیں سوئے اور انکے کمرے سے ساری رات گریہ وزاری کی آواز آتی رہی۔حبیب اللہ بٹ صاحب باہر سے نماز پڑھ کر آئے۔مرزا رفیع احمد صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کہاں ٹھرینگے۔پھر جواب کا انتظار کئے بغیر بولے۔بٹ صاحب اگر آپ کوئی کام نہیں کر سکتے تو میرا اتنا کام ضرور کر دیں کہ میرا ایک خط چوھدری صاحب تک پہنچادیں۔کیونکہ آپ انکو مل سکتے ہیں بٹ صاحب پہلے کچھ ہچکچائے پھر بولے۔ہاں۔ہاں۔میں آپکا خط چوہدری صاحب تک ضرور پہنچا دونگا۔ہم سب ناشتہ کی میز پر اکھٹے ہو گئے جہاں مرزا طیب احمد صاحب مرزا اصمد صاحب۔علی بن عبدالقادر صاحب میر حبیب اللہ صاحب شمیم قدسی صاحب نمایاں تھے۔

حبیب اللہ بٹ صاحب اندر تشریف لائے اور بولے کیا بات ہے۔پھر کہا ضیاء صاحب آپ بچوں والی بات کرتے ہیں۔انجمن کے پاس ۵ عدد تنظیمیں ہیں۔ہم سب خلیفہ کی وفاداری کا حلف تو اٹھاتے ہیں۔لیکن درحقیقت ہم سب انجمن کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔اگر ان تنظیموں کا قیام بانی سلسلہ کے زمانہ میں یا خلیفہ اول کے زمانے میں ہوتا تو جماعت احمدیہ کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔میں مانتا ہوں کہ میاں (رفیع احمد صاحب) صاحب خلیفہ نہیں بننا چاہتے۔وہ ایک اصول کے لئے آواز بلند کرنا چاہتے ہیں۔ہم سب بھی جو یہاں موجود ہیں۔مانتے ہیں۔لیکن باہر ہزاروں احمدی جو ربوہ میں موجود ہیں وہ نہیں مانتے۔انجمن کے منظم شدہ خاص لوگ جو پچھلے دو سال سے اس موقعہ کے لئے تیاری کئے ہوئے تھے آج ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت افواہیں پھیلانے میں مصروف ہیں۔وہ لوگوں کو نہیں ماننے دینگے۔کیا آپ لوگوں نے بھی حق کی آواز اٹھانے کے لئے کوئی تنظیم یا کوئی منصوبہ بندی کی ہے۔ہرگز نہیں۔میری آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ خاموش ہو جائیں۔خاندان والے سب میاں صاحب (مرزا رفیع احمد صاحب) کی جان کے دشمن ہیں۔کیا آپکو انکی زندگی نہیں چاہئے۔جونہی بٹ صاحب نے یہ جملہ ختم کیا۔مرزا رفیع احمد صاحب تشریف لے آئے اور دریافت کیا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔علی بن عبدالقادر صاحب نے مختصر الفاظ میں باتیں دہرا دیں۔مرزا رفیع احمد صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی انکے بھائیوں نے فروخت کر دیا تھا۔حضرت حسین نے بھی حق کی آواز اکیلے ہی اٹھائی تھی۔سوال خلیفہ کا نہیں سوال خلافت کا ہے پھر خاموش ہو گئے۔۳۰ سیکنڈ بعد فرمایا خلفاء آئینگے اور چلے جائینگے۔قائم رہنے والی چیز خلافت ہے۔حق کی آواز اٹھانے کے لئے کوئی تنظیم نہیں ہوتی۔حق کی آواز بذاتِ خود ایک تنظیم ہوتی ہے میں تو خود چوہدری ظفر اللہ خانصاحب یا محمود صاحب یا مرزا طاہر احمد صاحب کی بیعت کرنے کو تیار رہوں۔لیکن میں چاہتا ہوں کہ انتخاب قرآن کی روح اور جمہور احمدیوں کے مشورے سے ہو۔اگر انجمن اپنے آپ کو اتنا ہی بااختیار سمجھتی ہے کہ اس نے جو فیصلہ کر دیا تھا وہ واپس نہیں ہو سکتا۔تو کم از کم خانہ خدا کی کھڑکیاں اور دروازے تو کھول دیئے جائیں تاکہ احمدیوں کا جمہور کسی نہ کسی طرح اس انتخاب میں شامل

ہوجائے ۔ہم تو چلے جائینگے ۔لیکن آنے والے لوگ ضرور سچائی کوڈھونڈھ لینگے اور سوال کرینگے کہ ہم نے خلافت کودوام رکھنے کے لئے کیا کردارادا کیا۔ وہ لوگ جوسو سال بعد آئینگے ہماری اس حقیرسی تحریک کو پہچان سکینگے ۔پھر فرمایا کہ مجھے انجمن نے مجلس انتخاب میں ووٹر کی حثیت سے مدعو کیا ہے۔آپ دوست بتائیں کہ مجھے وہاں جانا چاہئے یا نہیں ۔سب نے مشورہ دیا کہ آپ ضرور جائیں اور وہاں جا کر غلط فہمی کو دور کریں کہ آپ بیعت کرنی چاہتے ہیں لینی نہیں چاہتے ہیں میں خاموش رہا۔

اسی دوران پیر صلاح الدین صاحب تشریف لے آئے اور میاں صاحب کو بلایا ۔میاں صاحب (مرزا رفیع احمد صاحب) نے کہا اب تمام باتیں پبلک ہونگی۔آپ نے جو کہنا ہے یہیں کہیں لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اصرار کرکے مرزا رفیع احمد صاحب کوگھر کے اندر لے گئے ۔میں گیٹ کے سامنے گھر سے باہر کھڑا ہوگیا۔ سڑک پر مرزا منصور احمد صاحب خدام کے ایک گروہ کو کہہ رہے تھے ۔کہ مرزا رفیع (احمد صاحب) کے گھر کے اندر جو شامیانہ لگا ہوا ہے ۔اسکو اندر جا کر گرادو۔ میں نے سنا تو نہایت ادب اور احترام سے کہا کہ یہ شامیانہ میں نے لگایا ہے۔آپ لوگ جو کہتے ہیں ۔کہتے رہیں ۔لیکن کچھ کرنے سے پہلے سوچ لیں ۔مرزا منصور احمد پھر دوسری طرف جا کر خدام کو ہوشیار اور چوکنے رہنے کی ہدایت دینے لگ گئے ۔کہ سب لوگوں کو اس گھر سے دور رکھنے کی کوشش کرنا ۔مرزا منصور احمد صاحب کے گھر سے مرزا منیر احمد صاحب نکلے (میں مرزا منیر احمد کونہیں پہچانتا تھا مجھے انکا نام یہی بتایا گیا) جو مجھے دیکھ کرنہایت گندی گندی گالیاں دینے لگ پڑے ۔میں خاموشی سے دوسری طرف روانہ ہوگیا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تمام خدام مجھے ایک تخریب کار سمجھ رہے ہیں ۔

کچھ لوگ قصر خلافت کی طرف سے آتے ہوئے مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر کے آگے کھڑے ہوگئے ۔میں انہیں دیکھ کر واپس لوٹ آیا۔وہ مجھے بالکل نہیں پہچانتے تھے ۔میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کس سے ملنا ہے۔انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کون سی کار ہے جسمیں وائرلیس لگی ہوئی ہے۔اور جوروں سے ہدایت حاصل کررہی ہے ۔اور اسکے دونوں طرف مشین گنیں فٹ ہیں۔میں نے ان آدمیوں میں سے ایک کو اندر بلایا اور کار کا انٹینا (ANTINA) اٹھا کر ریڈیو چلا کر بتایا۔اور نیچے کار کو اٹھانے والے جیک (JACK) کے سوراخ بتائے اور کہا کہ یہ مشین گن کی نالیاں (BARRELS) نہیں ہیں ۔یہ باتیں میں انکو سمجھا کر سوچ میں ڈوب گیا کہ بہت معاملہ خراب ہے دو احمدیوں کوتو میں نے سمجھادیا۔لیکن ہزاروں بھولے بھالے معصوم احمدیوں کو میں کیسے سمجھاؤں جن کے درمیان یہ اور کئی ایسی دوسری افواہیں عام ہوچکی ہیں انجمن نے بھی کیا خوب انکی معصومیت اور لاعلمی سے فائدہ اٹھایا ہے۔

میری مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ دوستی انکو فائدہ پہنچانے کی بجائے نقصان پہنچارہی تھی ۔انجمن کا وہ صیغہ (DEPARTMENT) جو افواہیں گھڑنے کے کام پر تعین تھا ۔میری ذات سے بڑا فائدہ اٹھا رہا تھا میں نے چھوٹی کار (ٹیوٹا کرولا) پکڑی اور سر گودھا روڈ پر نکل گیا کچھ سکون ڈھونڈھنے کے لئے ۔اسطرف چکر لگاتا ہوا جب واپس لوٹ رہا تھا تو محلّہ کی ایک بیت کے سامنے میں نے خدام کو پہرہ دیتے ہوئے دیکھا۔میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیا کررہے ہیں اور یہاں کیا ڈر ہے۔آپکو۔؟انہوں نے جواب دیا کہ ہماری ڈیوٹی ہے کہ کوئی تقریر یہاں میاں رفیع احمد صاحب کے حق میں نہ ہوجائے ۔خدام کے کچھ گروہ ۔انجمن کی عمارت ۔دارلضیافت ۔دارلصدر اور سڑکوں کے موڑ پر متعین تھے ۔یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پورا شہر ایک پولیس اسٹیٹ کی طرح ہے ۔ایک اور گروہ لوگوں میں گھل مل کر افواہیں پھیلا رہا تھا۔جو غالبًا پہلے سے ہی تیار تھیں۔اور لوگ ان افواہوں پر

ایمان کی حد تک یقین کر رہے تھے۔باجوہ صاحب۔خورشید احمد صاحب۔مرزا منصور احمد صاحب اور مولوی عبدالمالک صاحب بہت مصروف نظر آرہے تھے۔

ربوہ میں موجود ہر سادہ لوح احمدی یہ یقین کر چکا تھا کہ مرزا رفیع احمد صاحب کا کوئی دوست روس سے ہدایت حاصل کر رہا ہے اور روپیہ پانی کی طرح بہا رہا ہے اور جماعت کو توڑنا چاہتا ہے۔اور مرزا رفیع احمد (صاحب) خلیفہ بننے کے لئے جماعت میں انتشار پھیلا رہا ہے۔اور یہ سب روس کے اشاروں پر ہو رہا ہے۔ اور روس نے بے انتہا اسلحہ مہیا کر دیا ہوا ہے۔اور مرزا رفیع احمد (صاحب) کے دوست کی اس کار میں مشین گنیں فٹ ہیں۔میں یہ باتیں سن رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ پیارے اللہ یہ تو تیری جماعت ہے۔تو جانتا ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ سب جھوٹ ہے۔اس جماعت کو سزا سے بچالینا۔یہ جماعت تو ایک ایسی خوشبو تھی۔جسکے پاس سے بھی گزرنے والا معطر ہو جاتا تھا۔اب تو یہ نظام ہی نظام ہے۔وہ جماعت اب کہاں ہے۔میں سوچتا ہوا ڈرائینگ روم میں داخل ہوا۔

مرزا رفیع احمد صاحب سخت پریشان تھے۔انکی بیگم اور بچے ماسوائے مرزا طیب احمد صاحب کے انکا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔مرزا رفیع احمد صاحب نے نہایت ہلکی آواز میں مجھ سے کہا کہ انکو کیا علم میں کیا کر رہا ہوں۔یہ تو آنے والے لوگ ہی بتائینگے کہ ہم نے بانی سلسلہ کی ظاہری خلافت کو دوام دینے میں کیا خدمت کی۔آپ بالکل فکر نہ کریں۔ہم کوئی ایسی چیز نہیں کر رہے۔جس پر سوسال کے بعد بھی ہم پر ندامت کا کوئی داغ لگ سکتا ہے۔یہ کہکر انہوں نے میرے ہاتھ پر ایک چھپی ہوئی تقریر رکھ دی جو حضرت خلیفہ الثانی نے مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جلسہ سالانہ پر کی تھی۔اور جو خلافت حقہ اسلامیہ کے نام سے چھپ چکی ہے۔اور پھر کہا کہ اس تقریر کی مجھے ۱۰۰ فوٹو کاپیاں کروا دو اور اگر پوری تقریر کی نہیں ہو سکتی تو جن پر میں نے لکریں کھینچی ہوئی ہیں انکی کروا دو۔اگر مجھے موقعہ دیا گیا تو میں بیعت میں انتخاب کے وقت انکو تقسیم کردونگا۔پھر کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میں بیعت کرنے جاؤنگا۔بیعت لینے نہیں۔بیعت لینے کی مجھے کوئی خواہش نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں کہ چوھدری ظفر اللہ خانصاحب۔یا میر محمود صاحب یا مرزا طاہر احمد صاحب کوئی بھی خلیفہ ہو جائے۔میں بیعت کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دونگا۔اسی دوران پیر معین الدین صاحب اپنی بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لے آئے۔بیگم صاحبہ تو اندر چلی گئیں اور پیر صاحب میرے ساتھ برآمدے میں بیٹھ گئے۔اور کہا کہ میں بھائی رفیع سے متفق نہیں ہوں۔وہ کبھی اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔پچھلے ۳۰ سالوں میں ہمیں BRAIN WASH کر دیا گیا ہے۔ہمارے ذہن اب REMOTE CONTROLLED ہیں۔اب اس میں حق کی آواز کا کوئی دخل نہیں۔اب جس شخص کی بھی ظاہری خلافت کا اعلان ہوگا جماعت سمجھے گی اسے خدا نے ہی بنایا ہے۔

اس دوران مرزا رفیع احمد صاحب گھر سے باہر آئے۔انکے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔دریافت کیا کہ بٹ صاحب کہاں ہیں۔بٹ صاحب کو بلا کر ایک طرف لے گئے اور کہا کہ آپ مجھ پر بڑا احسان کرینگے اگر یہ خط کسی نہ کسی طرح چوہدری ظفر اللہ خانصاحب تک پہنچا دیں۔حبیب اللہ بٹ صاحب نے وہ خط لیکر جیب میں ڈال لیا اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ بٹ صاحب نے کوئی مجبوری ظاہر کر کے وہ لفافہ مرزا رفیع احمد صاحب کو واپس کر دیا۔میں نے مرزا رفیع احمد صاحب کی ہدایت پر اس کتابچہ کی ۵۰ فوٹو کاپیاں کروا کے ایک بجے سے پہلے انکے ہاتھ میں دے دیں۔مرزا رفیع احمد صاحب نے سب سے پہلے اپنے اہل خانہ کے درمیان نہایت عجز وانکساری سے رو رو کر دعائیں کیں۔پھر باہر آکر برآمدے میں بیٹھ کر ہم سب کے ساتھ قریباً ۲۰ منٹ تک دعائیں کیں۔سب کی

چیخیں نکل رہی تھیں اور سب یہ کہہ رہے تھے۔

اے اللہ یہ تیری جماعت ہے آئمیں اتحاد رکھنا۔جماعت کو اپنی حفاظت میں رکھنا۔ہم سب کو انکساری دینا۔تو ہمیں اس امتحان میں کامیاب کرنا تو ہمیں استقلال اور استقامت دینا۔ہمارے پاؤں ڈگمگانے نہ پائیں ان دعاؤں کے ساتھ ہم نے مرزا رفیع احمد صاحب کو رخصت کیا۔جب وہ رخصت ہو چکے تو مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے چند دوستوں کے اصرار پر ایک کیسٹ بھر دیا ہے جو شمیم قدسی صاحب کے پاس ہے۔ابھی آدہ گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ مرزا رفیع احمد صاحب واپس آ گئے اور فرمایا کہ مجھے بیت سے نکال دیا گیا ہے۔انہوں نے کہا کہ جب مجلس کی کاروائی شروع ہونے لگی تو میں نے اٹھ کر کہا کہ میں نے کچھ کہنا ہے اسپر مرزا مبارک احمد صاحب نے کو صدر اجلاس تھے کہا کہ بولنے کی اجازت نہیں ہے۔میں نے پھر دوسری بار کہنا چاہا۔جس پر مرزا مبارک احمد صاحب نے بڑی اونچی آواز میں کہا کہ تمہیں کہہ جو دیا ہے بولنے کی اجازت نہیں ہے۔خاموشی سے بیٹھ جاؤ ورنہ باہر نکل جاؤ۔پھر میں نے چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی طرف دیکھا اور دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے۔چوہدری صاحب نے فرمایا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔میں تو خود اس مجلس کی کرسی کے ماتحت ہوں۔اسکے بعد میں باہر نکل آیا اور دروازے پر کھڑے سب احباب کو بتا دیا کہ مجھے مجلس سے نکال دیا گیا ہے۔آپ سب اسکے گواہ رہیں۔اسکے بعد مرزا رفیع احمد صاحب نے میری اور ایک اور صاحب کی ڈیوٹی لگائی کہ ہم باہر جا کر لوگوں میں اعلان کر دیں کہ مرزا رفیع احمد (صاحب) کو مجلس سے نکال دیا گیا ہے۔حبیب اللہ بٹ صاحب نے فوراً کہا ان صاحب پر کون یقین کرے گا۔اگر آپ یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ آپکو مجلس سے نکال دیا گیا ہے تو خود جا کر اعلان کریں۔اس بات پر مرزا رفیع احمد صاحب نے مجھ سے کہا کہ اپنی کار نکالو۔چنانچہ میں نے اپنی کار نکالی۔جسمیں مرزا رفیع احمد صاحب۔علی بن عبدالقادر صاحب اور مرزا طیب احمد صاحب بیٹھ گئے۔مرزا رفیع احمد صاحب ہم سب کو لیکر اس میدان میں پہنچ گئے۔جہاں سب لوگ بیت مبارک کے باہر سڑک پر مجلس انتخاب کے اعلان کا انتظار کر رہے تھے مجھے کار کھڑی کرنے کو کہا۔اور خود اترتے ہی لوگوں کے درمیان چلے گئے وہاں انہوں نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔خدام نے انکے گرد حلقہ بنالیا اور لوگوں کو ان سے دور رکھا۔اور تمام خدام نے اونچی اونچی آواز میں بغرض شور **لا الٰہ اللّٰہ ، لا الٰہ اللّٰہ** کا ورد شروع کر دیا۔کوئی محمد رسول اللہ نہیں کہہ رہا تھا۔مرزا رفیع احمد صاحب کی آواز اس میں دب کر رہ گئی۔

مرزا رفیع احمد صاحب نے یہ حلقہ توڑا اور پھر آگے جا کر کھڑے ہو گئے۔وہ خدام جنہوں نے مرزا رفیع احمد کے گرد حلقہ بنایا تھا۔ایک لمبی قطار بنا کر کھڑے ہو گئے تا کہ مشرق کی طرف کے لوگ شامل نہ ہو جائیں۔وہاں خدام کے دوسرے گروہ نے انکے گرد حلقہ بنالیا اور نہایت اونچی آواز میں نعرے لگانے لگ گئے مرزا طاہر احمد (صاحب) خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں۔مرزا طاہر احمد زندہ باد۔احباب بیعت کرلیں۔چنانچہ اس جگہ بھی مرزا رفیع احمد صاحب کچھ نہ کہہ سکے۔اسی دوران ایک شخص کی اونچی آواز مجھے سنائی دی کہ ''احباب ابھی انتخاب جاری ہے''۔

مرزا رفیع احمد صاحب نے جب دیکھا کہ انکی آواز کو دبایا جا رہا ہے۔تو انہوں نے اس حلقہ کو بھی توڑ کر سڑک عبور کر کے جہاں بسیں کھڑی تھیں پہنچ گئے۔اور ایک بس کی پیچھے والی سیڑھی کے پہلے والے زینے پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کرنے کی کوشش کی برادران۔انجمن نے انتخاب خلافت کی دھجیاں اکھیڑ کر رکھ دی ہیں اور میں حسین بن کر ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے نکلا ہوں۔

ابھی انہوں نے اتنا کہا ہی تھا کہ خدام نے ہمیں دھکے دینے شروع کر دیئے ایک خادم نے بڑے زور سے مجھے دو گھونسے

مار دیئے دوسرے دو خدام نے مرزا رفیع احمد صاحب کو زبردستی سیڑھی سے نیچے کھینچ لیا۔ دوسری طرف سے مارو مارو کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جب خدام زیادہ غنڈہ گردی پر اتر آئے تو مرزا رفیع احمد صاحب نے ایک شخص کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم مجھے مار دینا چاہتے ہو لو مار دو میں خلافت بانی سلسلہ پر ظلم کے خلاف آواز اٹھانے سے کبھی باز نہیں آؤنگا۔

اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک شخص میری کار کے دروازے کو اپنے بوٹوں سے ٹھڈے مار رہا ہے۔ کچھ لوگ جو جماعت احمدیہ کراچی سے تعلق رکھتے تھے بھاگے ہوئے آئے اور مرزا رفیع احمد صاحب کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور آہستہ آہستہ سڑک کے جانب چلدیئے جب سڑک پر آئے تو دو خدام نے ہاتھ جوڑ کر مرزا رفیع احمد صاحب سے درخواست کی کہ وہ جماعت کے اتحاد کو قائم رکھیں اور دعا کریں۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے کہا لو میں دعا کرتا ہوں آپ سب شامل ہو جائیں میاں صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے سب لوگ رونے لگ پڑے میں بھی دعا میں شامل ہو گیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ دو خدام جنہوں نے جماعت میں اتحاد کے لئے دعا کرنے کو کہا تھا۔ دعا میں شامل نہیں تھے۔ اور کہہ رہے تھے مگر مچھ کے آنسو رو رہا ہے۔

اسی دوران ڈاکٹر محسن احمد صاحب، میر حبیب اللہ صاحب اور میرا بیٹا وہاں پہنچ چکے تھے۔ اور وہ بھی میاں صاحب کے ساتھ ساتھ تھے۔ علی بن عبدالقادر نہایت وفاداری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ جب مرزا رفیع احمد صاحب اس سڑک پر پہنچے جو محلّہ دارالصدر سے گول بازار جاتی ہے تو ایک کار آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس میں سوار ایک شخص نے بار۔ بار۔ اونچی آواز میں کہنا شروع کر دیا کہ میاں صاحب کو اٹھا کر کار میں ڈال دو۔ لیکن ہم سب نے خدام کی اس کوشش کو نا کام بنا دیا۔

اب خدام سڑک کے دونوں اطراف کھڑے ہو گئے اور قطاریں بنالیں تا کہ لوگ مرزا رفیع احمد صاحب کے ساتھ انکے گھر کی طرف نہ چلدیں اور لوگوں کو روکنے لگے۔ ہر طرف سے یہی آوازیں آ رہی تھیں کہ میاں صاحب میری بیعت لے لو۔ مرزا رفیع احمد صاحب بار۔ بار یہ کہہ رہے تھے کہ احباب احتیاط برتیں اور محتاط رہیں۔ میں بیعت لینے نہیں آیا۔ میں حسین بن کر قربان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ میں جمہور کو انکا حق دلانے باہر نکلا ہوں مرزا رفیع احمد صاحب اس طرح چلتے چلتے گھر پہنچ گئے۔

میں نے خیال کیا کہ مرزا رفیع احمد صاحب جو آواز اٹھانا چاہتے تھے وہ اٹھ چکی ہے۔ لیکن عوام تک نہیں پہنچ سکی۔ ہم جونہی گھر میں داخل ہوئے۔ کوئی ۵۰ کے لگ بھگ لوگ جمع ہو گئے۔ اور اصرار کرنے لگے کہ انکی بیعت لے لی جائے۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے نہایت سختی سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں بیعت لینی نہیں چاہتا۔ میں تو خلافت کا لفظ جمہور احمدیوں کے ساتھ واسطہ کرنا چاہتا ہوں۔

مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر کے سامنے کوئی ۱۲ یا ۱۴ خدام کا ایک مظبوط گروہ پہرہ پر لگا دیا گیا۔ جنکی آنکھوں میں۔ میں نے خون اترتا ہوا دیکھا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ لوگ کسی کو جان سے مار دینا چاہتے ہیں۔ میں نے انکو غور سے دیکھا تو اپنی بیوی اور بیٹے کو اکھٹا کیا۔ اور انہیں نصیحت کی کہ غالباً یہ ایام میری یا ہماری زندگی کے آخری ایام ہیں۔ اگر مجھے مار دیا گیا تو تم باقی زندگی ربوہ میں نہ گزارنا۔ اس جماعت کے لئے میرے ماں باپ اور ہمارے خاندان نے بے انتہا قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ ہم لوگوں کی کسی بھی حرکت سے جماعت کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں نے اپنے والدین کے جسم پر پیوند والے کپڑے دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ بعض اوقات اپنی ساری کی ساری کمائی چندہ میں دے دیا کرتے تھے۔ ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے۔ کہ پیر صلاح الدین صاحب اور پیر معین الدین صاحب تشریف لے آئے۔ اور دونوں بھائی مرزا رفیع احمد صاحب کو جو برآمدے میں بیٹھے ہوئے تھے اندر لے گئے اسی

دوران حبیب اللہ بٹ صاحب آئے اور کہنے لگے کہ وہ بیعت کر آئے ہیں اور اسکا قوی امکان ہے کہ میاں صاحب کو جماعت سے نکال دیا جائے گا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری کمر میں کچھ اندرونی چوٹوں کی وجہ سے سخت درد ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ مرزا طاہر احمد صاحب کی بیعت کر رہے تھے اور بہت سے لوگ بغیر بیعت کئے واپس جا رہے تھے۔ مرزا رفیع احمد صاحب برآمدے میں آئے اور ہم سے عہد لینے کو کہا۔

عہد یہ تھا۔

''موجودہ انتخاب جماعت احمدیہ پر ظلم ہے۔ اور ہم اس ظلم کے خلاف جدوجہد کرینگے اور کرتے رہینگے پھر کہا کہ اسکا خیال رکھنا یہ بیعت نہیں ہے۔ یہ عہد ہے ۔۔۔۔۔۔۔ پھر کہا کہ جب حسین علیہ السلام ظلم کے خلاف نکلے تھے تو وہ مامور من اللہ نہیں تھے ۔ ماموریمن اللہ کا مقام انہیں اس ظلم کے خلاف نکلنے کے بعد عطا ہوا گھر سے وہ صرف ایک عہد لیکر نکلے تھے۔،،

علی بن عبدالقادر صاحب اور مبشر احمد مجوکہ صاحب نے فرمایا کہ ہم عہد تو لیتے ہیں آپ اپنے اللہ سے پوچھیں کہ آپ ماموریمن اللہ ہیں۔ اور اگر آپ یہ عہد ماموریمن اللہ کے رتبے سے ہم سے لے رہے ہیں۔ تو ٹھیک ہے۔ پھر ہماری جانیں ہمارے مال اور ہمارا سب کچھ حاضر ہے۔ پھر آپ جانیں اور آپکا اللہ جانے یہی خیال میرا اور ڈاکٹر محسن احمد صاحب کا تھا ہم دونوں نے اونچی زبان میں انکی تائید کی اور موجود افراد نے مجھ سمیت اس عہد پر دستخط کئے اور بعد میں -/9786 روپے چندہ جمع ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ ہم سے ہر شخص جو کچھ کر رہا ہے نہایت ایمانداری اور خلوص سے کر رہا ہے۔ اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اسمیں کوئی دھوکہ یا فریب نہیں تھا۔ اور جو لوگ ایماندار نہیں تھے وہ ہمیں چھوڑ چکے تھے۔ ایک احمدی دوست جو ریٹائرڈ فوجی افسر تھے اور انہوں نے اپنا تعارف جہلم سے کروایا غصہ میں بولے۔

WHAT THE HELL ARE YOU DOING

میں نے صرف اتنا کہا

WE MAY BE WRONG BUT WE ARE IN NO DOUBT

وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے اور جو دوسرے لوگ انکے ساتھ گھر میں داخل ہوئے تھے سب کہنے لگے۔ کہ اگرچہ ہم بیعت کر کے آئے ہیں۔ لیکن ہم بیعت توڑتے ہیں اور آپکے عہد پر دستخط کرتے ہیں۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے فرمایا کہ آپ ہرگز بیعت نہ توڑیں۔ میں کوئی بیعت نہیں لے رہا۔ لوگ خدام کے روکنے کے باوجود گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ اور ایک دو احمدیوں کے ساتھ تو ہاتھا پائی بھی ہوئی۔ اسی دوران چوہدری غلام احمد صاحب بھی تشریف لے آئے جو بیمار تھے انہیں پیچش کی تکلیف تھی۔

مرزا ناصر احمد صاحب کا جنازہ اٹھا۔ ہم میں سے صرف میر حبیب اللہ صاحب جنازہ میں شریک ہوئے۔ باہر خدام کا ایک گروہ دروازے سے اندر جھانک کر کہہ رہا تھا کہ مرزا رفیع احمد (صاحب) نے باغیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ ڈاکٹر نوید الحق صاحب بھی تشریف لے آئے تھے۔ جو بہت بیمار تھے۔ نہایت خلوص۔ خدمت اور ایثار کا مظاہرہ کر رہے تھے اپنی بیماری کے باوجود تمام بیمار لوگوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے چوہدری غلام احمد صاحب جو پیٹ میں شدید درد کا اظہار کر رہے تھے ہر کام میں آگے آگے تھے۔ شمیم قدسی صاحب کو FOOD POISON ہو گیا تھا۔ ہم لوگوں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھنی شروع کر دی خدام کے سخت پہرہ اور ہاتھا پائی کے باوجود رات کے بارہ بجے تک لوگوں کا آنا جانا لگا رہا۔ ایک صاحب جو ٹوپی سے تشریف لائے تھے۔ یا ٹوپی سے تعلق

رکھتے تھے۔ کہنے لگے کہ گھر کے سامنے کچھ خدام حملہ کا لفظ استعمال کر رہے تھے۔ میں خاموش تھا چوہدری غلام احمد صاحب نے فرمایا کہ ہم چوڑیاں پہن کر تو نہیں بیٹھے ہوئے۔ یہ بات آپ بھول جائیں کوئی دوسری بات کریں۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے اپنا پیغام ایک کیسٹ میں بھرا اور پھر میرے کمرے میں آ کر سنا۔ انکو آواز پسند نہ آئی۔ اور مجھے ایک دوسرا ٹیپ ریکاڈ لانے کو کہا۔ پھر اسی پیغام کو دوبارہ بھرا۔ جو پہلے کی نسبت بہتر تھا۔ اور کہا کہ اس پیغام کو پھیلا دیا جائے۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ ہم سب سو گئے۔

آج مورخہ ۱۰ جون ۱۹۸۲ء ہے

صبح کی نماز باجماعت گھر ہی میں پڑھی۔ میں کمرے میں آ کر اپنی بیوی سے باتیں کرنے لگ گیا۔ مرزا حنیف احمد صاحب آئے اور چلے گئے۔ پھر پیر صلاح الدین اور پیر معین الدین صاحب آئے اور چلے گئے۔ پھر پیر صلاح الدین اور پیر معین الدین صاحب آئے اور مرزا رفیع احمد صاحب سے کچھ باتیں کر کے چلے گئے۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے ان دونوں بھائیوں سے کہا یہ ضروری ہے کہ انجمن کی خاص قسم کی اجارہ داری ختم کر کے انتخاب خلافت کو ہمیشہ کے لئے انجمن کے ہاتھوں سے چھین لیا جائے۔ اور دوبارہ جمہور احمدیوں کو سونپ دیا جائے۔ ڈاکٹر محسن احمد صاحب نے کہا کہ ضیاء صاحب مجھے تو اس تحریک کی کوئی سمجھ نہیں آ رہی۔ میرے گھر والے سب میاں صاحب کے خلاف ہو چکے ہیں۔ انکے بھائی۔ انکی بہنیں اور باقی سب خاندان والے انکو چھوڑ چکے ہیں۔ پہلے انکو شبہ دیتے رہے اب انکو ان سب لوگوں نے مشترکہ مفاد کی خاطر فروخت کر دیا ہے یہاں تک کہ انکی بیوی اور بچے بھی انہیں چھوڑ چکے ہیں۔ وہ اس ماحول کو ہرگز۔ ہرگز نہیں چھوڑنا چاہتے۔ جس میں وہ تیس پینتیس سال سے زندگی گذار رہے ہیں۔ میں تو واپس جا کر ایک دن کی چھٹی لونگا مکمل گوشہ نشین ہو کر سوچونگا۔ پھر کوئی فیصلہ کرونگا۔

حبیب اللہ بٹ صاحب اپنا سامان وغیرہ اٹھا کر مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور رخصت ہوتے ہوئے یہ کہہ گئے تھے کہ اب میرا اور آپ لوگوں کا راستہ الگ الگ ہے۔ اور میں نے یہ میاں صاحب کو بھی کہہ دیا ہے۔

۹ بجکر ۳۵ منٹ پر مرزا حنیف احمد صاحب نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا ایک خط لیکر آئے۔ جو مرزا رفیع احمد صاحب نے برآمدے میں آ کر ہمیں پڑھکر سنایا۔ اس خط میں بیگم امۃ الحفیظ صاحبہ نے بانی سلسلہ احمدیہ کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے مرزا رفیع احمد صاحب کو حکم دیا تھا کہ وہ بیعت کر لیں مرزا رفیع احمد صاحب نے وہ خط پڑھنے کے بعد ہمیں بتایا کہ وہ اس خط کو اور اس حکم کو جمہور احمدیوں کا قائم مقام تصور کرتے ہیں۔ اور بیعت کرتے ہیں۔ اور تلقین کرتے ہیں کہ ہم سب بیعت کر لیں۔ سب خاموش ہو گئے اور ہم سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔

سب نے اپنی اپنی بیعت تحریر کی اور مرزا رفیع احمد صاحب کے حوالے کر دی۔ مرزا رفیع احمد صاحب نے میرا خط مجھے واپس کر دیا اور کہا کہ یہ مناسب کاغذ پر نہیں لکھا ہوا ہے اور باقی کے خطوط مرزا طاہر احمد صاحب کو بھجوا دیئے۔

پھر ہم سب مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے۔ دورانِ خطبہ مرزا طاہر احمد صاحب نے فرمایا کہ آج مرزا طاہر احمد مر چکا ہے (اخبار میں فوت ہو چکا ہے چھپا ہے۔) جب میں نے انکو یہ اعلان خدا تعالیٰ کے گھر میں کھڑے ہو کر کرتے ہوئے سنا تو یوں محسوس ہوا کہ میں انکی سچائی تسلیم کرتا ہوں۔ میں نماز جمعہ کے بعد انکی اجتماعی بیعت میں شامل ہو گیا۔ اور اسطرح سے میں نے انکی بیعت کر لی۔ نماز جمعہ کے بعد مرزا طاہر احمد صاحب نے مرزا رفیع احمد صاحب کو اپنے دفتر یا گھر میں بلایا۔ جہاں وہ مرزا طیب احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں مرزا طاہر احمد صاحب نے مرزا رفیع احمد صاحب سے علیحدہ بیعت لی۔

اگلے دن بروز ہفتہ مرزا طاہر احمد صاحب نے جماعت احمدیہ کراچی کو خطاب کرنا تھا مرزا رفیع احمد صاحب نے ہم سب کو جو جماعت احمدیہ کراچی سے تعلق رکھتے ہیں تاکید کی ہم ضرور اس مجلس میں شامل ہو جائیں میں بھی شامل ہو گیا اور ایک جگہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس دوران مرزا غلام احمد صاحب جو مرزا طاہر احمد صاحب کے سیکریٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ میرے پاس آئے اور کہا۔ آپکا نام عطاء اللہ ضیاء ہے میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا آپ باہر نکل جائیں میں نے وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا

''آپ غیر مبائعین میں سے ہیں اور یہ مجلس مبائعین کی ہے''

میں باہر کی طرف چل دیا اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ مرزا رفیع احمد صاحب کے گھر آکر معلوم ہوا کہ میری طرح میر حبیب اللہ صاحب کو بھی مجلس سے نکال دیا گیا ہے۔ اور کچھ دوسرے دوستوں کو بھی۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ میر حبیب اللہ صاحب کی مرزا غلام احمد صاحب سے سخت کلامی ہوئی ہے۔

میں اپنے کاروبار کو الوداع کہہ چکا تھا۔ اور اپنے آپ سے وعدہ کر لیا تھا کہ باقی ماندہ زندگی مرزا رفیع احمد صاحب کی خدمت میں گذار دونگا۔ لیکن اچانک مرزا طیب احمد صاحب نے ۱۱ جون ۱۹۸۲ء کو مجھے اپنے کمرے میں بلایا اور کہا کہ ضیاء صاحب آپ ہمارے گھر سے چلے جائیں۔ میں نے مرزا رفیع احمد صاحب سے انکے صاحبزادے مرزا طیب احمد صاحب کے حکم کا ذکر کرتے ہوئے۔ اجازت چاہی تو مرزا رفیع احمد صاحب نے فرمایا۔ کہ کچھ دن اور ٹھہر جائیں۔ آخر جانا ہی ہے۔ میں اداس ہو جاؤنگا دوسرے روز مورخہ ۱۲ جون ۱۹۸۲ء کو صاحبزادہ مرزا عبدالصمد صاحب صبح کے ۱۰ بجے کمرے میں تشریف لائے اور میری بیوی کی موجودگی میں ہم دونوں کو کہا کہ ضیاء صاحب آپکی موجودگی سے ہمیں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔ اس لئے جتنی جلدی ممکن ہو سکے آپ ہمارے گھر سے چلے جائیں۔ یہ سن کر میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ اب ہمیں یہاں سے فوراً چلے جانا چاہیے۔ کیونکہ غیروں کی باتیں تو ۱۶ سالوں سے سنتے آئے ہیں اب میاں صاحب کے بچوں نے بھی کہہ دیا ہے۔ اور اس طرح مورخہ ۱۲ جون ۱۹۸۲ء کو کراچی واپس اپنے گھر آگئے اور مرزا رفیع احمد صاحب کہتے ہی رہے کہ ضیاء صاحب کچھ روز تو اور ٹھہر جاؤ۔

جہاں تک جماعت احمدیہ کے مستقبل کے تاریخ دانوں کی عدالت مجھے اپنی گواہی پیش کرنے سے تعلق تھا وہ تو ختم ہو گیا لیکن جب تک میں اس واقعہ کا جو بعد میں پیش آیا۔ ذکر نہ کرلوں میں اس بیان کو ختم نہیں سمجھونگا اور وہ واقعہ یہ ہے۔

جب ہم کراچی آئے تو احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ نے تمام احمدیوں کے گھر تحریری بیعت کرنے کے لئے چھپے ہوئے فارم تقسیم کئے۔ جو ہمارے گھر بھی بھجوائے گئے۔ ہم سب نے پر کر کے وہ واپس کر دیئے۔

کچھ دنوں کے بعد مکرم عطاء الرحمان صاحب جو ہمارے حلقہ کے پریزیڈنٹ تھے ہمارے گھر تشریف لائے اور ایک رقعہ جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے مجھے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ امیر جماعت احمدیہ کا حکم ہے کہ اگر چہ آپکی بیعت تحریری تھی لیکن آپ کو کوئی تحریری جواب نہ دیا جائے۔ جو عبارت پڑھ کر سنائی وہ مندرجہ ذیل تھی۔

عطاء اللہ ضیاء ولد چوہدری شکر الٰہی۔

''آپکی بیعت پہنچی۔ آپکو میری خلافت پر تو شرح صدر ہو گیا ہے۔ لیکن مجھے آپکی بیعت پر شرح صدر نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے آپکی بیعت منظور نہیں ہے۔''

پھر دوبارہ کہا کہ آپکو کسی قسم کی تحریر لکھ کر نہیں دی جاسکتی۔ میں ۵ منٹ تک خاموش رہا اور مکرم عطاء الرحمان صاحب کا منہ تکتا رہا۔ میں حیران تھا کہ خلافت کے مقام سے مجھے انتقام کی بو آرہی تھی۔ ایسا مظاہرہ میں نے زندگی میں پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ایک ایسی جماعت جو اپنے آپکو خدا کی جماعت کہتی ہے۔ اسکے سربراہ کی تحریر میں طنز تھا۔ کچھ روز میں خاموش رہا۔ پھر میں نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں مندرجہ ذیل مضمون کا خط لکھا۔ میری تحریری بیعت کے جواب میں آپکا پیغام چوہدری احمد مختار صاحب کے ذریعہ سے مکرم عطاء الرحمان احمد صاحب پریزیڈنٹ حلقہ نے پہنچایا۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ مجھے تو آپکی خلافت پر شرح صدر ہوگیا ہے میں نے اس میں ایک طنز محسوس کی ہے۔ آپ نے مورخہ ۱۰ جون ۱۹۸۲ء کو اپنے خطبہء جمعہ کے دوران اللہ تعالیٰ کے گھر میں کھڑے ہوکر یہ اعلان کیا تھا کہ آج مرزا طاہر احمد مرچکا ہے (الفضل میں فوت ہوچکا ہے چھپا ہے) میرے دل نے اور میرے ضمیر نے محسوس کیا کہ مرزا طاہر احمد نہیں مرا۔ دراصل عطاء اللہ ضیاء مرچکا ہے۔ اور میں بڑے خلوص اور سچائی سے آپکی اجتمائی بیعت میں شامل ہوگیا۔ جو آپ نے نماز جمعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھ کر جماعت سے لی۔ بعد میں آپ کے حکم کے مطابق جب تحریری بیعت میں نے آپ کے خدمت میں پہنچائی تو آپکو شرح صدر نہیں ہوا۔ جو عہد آپ نے مجھ سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھ کر لیا۔ اسکے تقدس کو آپ نے خود ہی پامال کردیا آپ کہتے ہیں کہ اب آپ وہی کرتے ہیں جو آپکو اللہ تعالیٰ کہتا ہے اگر آپ سچ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو اس روز بھی وہی تھا جس روز آپ اجتمائی بیعت لے رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھ کر آپ نے میری بیعت منظور کرلی ہوئی ہے۔ اب آپنے جو پیغام بھیجا ہے۔ یہ اس نفرت اور انتقام کا اظہار ہے جو آپکے دل میں میرے خلاف آپکی خلافت سے پہلے کی چلی آرہی ہے۔ جب آپ جماعت احمدیہ کراچی سے پیپلز پارٹی کی انتخابی مہم کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے کراچی تشریف لائے اور جب آپکو جماعت احمدیہ کراچی نے اس سیاسی مقصد کے لئے چندہ دینے سے انکار کردیا تو آپ نے کراچی کے بیت فنڈ سے پچاس ہزار روپے لینے پر اصرار کیا۔ میں نے بحیثیت نائب صدر بیت کمیٹی کراچی آپکی مخالفت کی۔ بعد میں آپ نے میری غیر حاضری کے دوران امیر جماعت احمدیہ کراچی سے بقول انکے پچاس ہزار روپیہ یہ وعدہ کرکے لے لیا۔ کہ اگر یہ روپیہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے ادا نہ کیا تو آپ اپنی جائیداد فروخت کرکے واپس کردینگے۔

نہ تو روپیہ واپس ہوا اور نہ آپ نے اپنی جائیداد فروخت کی اور نہ ہی جماعت احمدیہ کراچی نے بیت بنائی۔ یا تعمیر کی۔ اور مجھے نائب صدارت سے سبکدوش کردینے کے بعد احمد مختار صاحب نے کتابوں میں جھوٹے اندراج کرکے آپکی پوزیشن کو صاف کیا جسکے وہ بہت ماہر ہیں۔

احمد نگر والی زمین کو جانے والے راستہ پر پل کی تعمیر کا واقعہ اور میرا متعدد بار حضرت خلیفہ الثالث کی خدمت میں آپکی شکایات۔ میرا آپکو پولیٹکل میاں کہنا اور آپکا مجھے نفرت کرنا۔ میں ان واقعات کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

میرا اور مرزا طاہر احمد کا آپس میں جھگڑا تھا۔ لڑائی تھی اور نفرت تھی میرا میری جماعت کے سربراہ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں اور نہ نفرت ہے۔ اب تو پیار ہی پیار ہے۔

جب ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔ مکہ میں فاتح کی حثیت سے داخل ہوئے تو وہ۔

سالار اعظم تھے۔ شہنشاہ تھے۔ مطلق العنان تھے۔ اور سب سے بڑھکر وہ رسول خدا تھے۔ انہوں نے تو ان لوگوں کو بھی معاف کردیا

جنہوں نے انکے مبارک چہرہ کی طرف ہوا میں تھوکا تھا انکو گالیاں دی تھیں اور پتھر برسائے تھے۔ہماری ہزاروں ہزار نسلیں بھی ان پر قربان ہو جائیں تو کم ہے۔

سرور کائینات ﷺ نے اس عورت کی بھی بیعت منظور کر لی تھی جس نے انکے نہایت ہی پیارے چچا کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔لیکن آپ تو (نعوذ باللہ) رسول خدا سے بھی اگے بڑھ گئے اور اپکو میرے دل کا حال معلوم ہو گیا۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ میں نے مرزا طاہر احمد سے نفرت کی لیکن میں نے وہ نفرت مرزا طاہر احمد سے جماعت سے پیار کی شدت میں کی کیونکہ میرے خیال کے مطابق مرزا طاہر احمد جماعت کو سیاست میں دھکیل رہے تھے۔اور میں نے اس حد تک ہی نفرت کی تھی۔لیکن اب آپ اس جماعت کے سربراہ ہیں جسے میں بچوں کی طرح پیار کرتا ہوں۔

مرزا طاہر احمد مر چکا ہے یا نہیں اسکا جواب آپ نے اپنے اللہ کو دینا ہے۔بیعت کرتے وقت میرے دل کا جو حال تھا اسکا جواب میں بھی ضرور اپنے اللہ کو دونگا۔اور جو ظلم آپ نے میرے ساتھ کیا ہے اسکے انصاف کی بھیک بھی میں اللہ تعالٰی کی عدالت میں قیامت کے روز ضرور مانگونگا۔

حساب تو ہر ایک کا ہوگا۔میرا بھی ہوگا اور اپکا بھی ہوگا۔اور یہ سچ ہے کہ امام جماعت احمدیہ۔یا سربراہ جماعت احمدیہ یا ۔۔۔۔۔۔جو کچھ بھی چاہیں کہہ لیں کا حساب بہر صورت اور بہر حال مرزا طاہر احمد سے زیادہ سخت ہوگا۔

جب ۱۰۰ سال کے بعد جماعت احمدیہ کے تاریخ دان اس واقعہ کی تحقیق کرینگے جو جون ۱۹۸۲ء میں جماعت احمدیہ کو پیش آیا تو وہ صرف اس نتیجہ پر پہنچنے لگے کہ خلافت بانیءِ سلسلہ احمدیہ سے دو بھائیوں نے پیار کیا۔

ایک نے اسے حاصل کرنے کے لئے۔اور ایک نے اسے قائم رکھنے کے لئے۔کیونکہ جماعت احمدیہ کو بانیءِ جماعت احمدیہ کی ORIGIONALITY دریافت کرنا ابھی باقی ہے۔

حقیقی خلافت جسے ایک خوشبوں کی طرح ہونا چاہئے کہ جس کے پاس سے بھی گزرنے والا انسان معطر ہو جائے اس کے قائم رہنے کا وعدہ مرے مطالعہ کے مطابق قدرت ثانیہ میں ضرور موجود ہے لیکن سربراہ نظام جماعت احمدیہ جو حکومت اور تمکنت کا نام ہے اور جو ایک کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے قدرت ثانیہ نہیں ہے یہ کب تک اپنے موجودہ حالت میں قائم رہتا ہے۔اور کس حالت میں کب تک قائم رہتا ہے۔اسکا وعدہ کہیں بھی موجود نہیں۔

والسلام خادم

فقط

عطاء اللہ ضیاء

جولائی ۱۹۸۲

نوٹ:۔جہاں جہاں میں نے بانیءِ سلسلہ احمدیہ یا بانیءِ جماعت احمدیہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ وہ الفاظ نہیں تھے جو کہے گئے۔ یہ الفاظ حکومتِ پاکستان کے قانون کے دائرے میں رہنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔الفاظ میں تبدیلی ہے مفہوم میں تبدیلی نہیں ہے